

وحدت امت کا داعی اور خلیفہ اسلام کا علمبردار

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر
حضرت مولانا صوفی عبدالحسید سواتی

رئیس اخیر

ابو عمار زادہ ارشدی

مدیر

حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر تنقیم

ناصر الدین خان عاصر

زر مبادلہ

سالانہ ایک سورہ پے
فی پرچہ دس روپے
بیرون ممالک سے
دس امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کے لیے

مرکزی جامع مسجد
پوسٹ بکس 331 گوجرانوالہ
فون و فیکس

92 431 219663

ای سیل

director@alsharia.net

دیوب ایڈریس

www.alsharia.net

الشريعة

ماہنامہ

جلد : ۱۲ ○ جنوری ۲۰۰۱ء ○ شمارہ : ۱

فہرست

۱	ریس اخیر	کلمہ حق
۵	مولانا زادہ ارشدی	نتوں کی تائیکری پر
۹	سید حمودا احمد قادر	عذاب الہی کا شابط
۱۵	/molana_tasleem_haqnizam	اسلام میں عورت کا مقام
۲۶	/molana_tasleem_haqnizam	تمحیک ریشمی روہاں پر ایک نظر
۳۱	/molana_tasleem_haqnizam	غیر ملکی ترقیوں کا جال
۳۳	/molana_tasleem_haqnizam	اور پاکستان کی آزادی
۳۶	/molana_tasleem_haqnizam	کشمیر کی آزادی کا واحد راست جہاد
۴۰	/molana_tasleem_haqnizam	اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت
۴۳	/molana_tasleem_haqnizam	سرکاری حج پالیسی اور
۴۶	/molana_tasleem_haqnizam	حجاج کو دریمیں مشکلات
۴۷	/molana_tasleem_haqnizam	کراچی میں حافظہ الحدیث
۴۸	/molana_tasleem_haqnizam	کاظمیہ کا انعقاد
۴۹	ریس اخیر	تعارف کتب

حمد الرحمن کمیشن کی روپورٹ پر ایک نظر

حکومت نے آخر کار "حمد الرحمن کمیشن" کی روپورٹ کا ایک اہم حصہ عوام کی معلومات کے لیے کیفیت ڈویژن کی لاپرواںی میں رکھ دیا ہے اور اس کے اقتباسات تو می خبرات میں شائع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ۱۷۔ ۱۹۶۱ء میں ملک سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بملک دیش کے قیام کے بعد مغربی پاکستان کے باقی ماندہ حصے میں قائم ہونے والی بھنو حکومت نے عوامی مطالبہ پر اس وقت کے پریم کورٹ آف پاکستان کے سربراہ جنگ حمد الرحمن مر جوم کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا تھا جس میں پنجاب بائی کورٹ کے چیف جنگ جناب جنگ انوار الحق مر جوم اور سندھ بلوچستان بائی کورٹ کے سربراہ جنگ طفیل علی عبد الرحمن مر جوم بھی شامل تھے۔ کمیشن کے ذمہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب و عوامل کی نشانہ ہی اور اس کے ذمہ افراد کے تعین کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کے لیے سفارشات اور تجوید ڈیمیشن کرتا تھا۔

کمیشن نے دوسو سے زیادہ افراد کے بیانات اور ستر کے لگ بھگ شہادتیں قلمبند کرنے کے بعد اپنی روپورٹ پیش کر دی تھی جو "تاپ سیکرٹ" قرار دے دی گئی اور ملک کے عوام کو اس کی تفصیلات کا علم نہ ہوا۔ مختلف حلتوں کی طرف سے اس روپورٹ کی اشاعت کا مسلسل مطالبہ کیا جاتا رہا۔ مگر اس روپورٹ کے بعد ملک میں قائم ہونے والی کسی حکومت نے بھی اس مطالبہ پر توجہ نہ دی تھی کہ اس روپورٹ کے کچھ حصے مبینہ طور پر چوری ہوئے اور بھارت کے بعض اخبارات نے گزشتہ دنوں انہیں شائع کر دیا جس پر اس روپورٹ کی اشاعت کا مطالبہ ایک بار پھر منظر عام پر آیا اور وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے روپورٹ کا از سرفون جائزہ لے کر اس کے ایک حصے کی اشاعت کی سفارش کر دی جس پر اسے کیفیت ڈویژن کی لاپرواںی میں رکھ دیا گیا ہے۔

خبری اطلاعات کے مطابق روپورٹ کے آنحضرتیں میں سے صرف دو حصے "اوپن" کیے گئے ہیں جبکہ باقی چھ حصے بدستور "صینہ راز" میں ہیں اور اس کے مندرجات کو خارجہ تعلقات کے "حساس امور" قرار دے کر جب سابق ناقابل اشاعت کے زمرے میں رکھا گیا ہے تاہم جو حصہ شائع ہوا ہے وہ بھی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے اور اس نے ان تمام بھی خدمات اور الزامات کی تصدیق کر دی ہے جو اس عظیم سانحہ کے حوالہ سے اس وقت

کی فوجی و سیاسی قیادت اور توکر شاہی کے بارے میں عوایی حقوقوں میں وفاقوں قیاس میں آتے رہے ہیں۔
روزنامہ جنگ لاہور نوائے وقت لاہور اور اوصاف اسلام آباد نے ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ کے شماروں میں حمود الرحمن
کیشن کی روپورٹ کی جو تفصیلات شائع کی ہیں ان میں سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

☆ جزل سعی خان جزل عبد الحمید خان جزل پیرزادہ جزل مختار اور ان کے رفقاء نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر
محمد ایوب خان مرحوم کو اقدام سے ہٹانے کی سازش کی جس پر ان کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلا یا جائے۔
☆ جزل سعی خان سمیت ۱۵ اعلیٰ فوجی افسران اپنی تائیلی کر پیش بدنے والی اور بد کرواری کی وجہ سے تقسیم ملک
کے ذمہ دار ہیں ان کا کورٹ مارشل کیا جائے۔

☆ ان فوجی افسران نے اپنے مشترک مقادی خاطر سیاسی جماعتوں پر دباؤڈائے اور انہیں دھمکانے کے علاوہ
روپے پمیے کالاچیخ دے کر انتخابات کے تائیج اپنے حق میں کرانے کی کوشش کی۔

☆ پاکستان ہمپیز پارٹی کے سربراہ مسٹر ڈالنقارملی بھنو نے منتخب اسٹبلی میں عوایی لیگ کا سیاسی طور پر مقابلہ
کرنے کی بجائے ڈھاکہ میں ۳ مارچ کو بلاۓ جانے والے اجلاس کا باہیکات کیا اور اسٹبلی کے اجلاس میں شرکت
کے لیے ڈھاکہ کر جانے والے ارکان اسٹبلی کی نائگیں توڑ دینے کی دھمکی دے کر انتہائی غیر جمہوری طرز عمل کا مظاہرہ
کیا۔

☆ مسٹر بھنو نے دو اکثریتی جماعتوں کی تحریری اور "گرینڈ کویشن" کی تجویز پاکستان کے وفاق کو بچانے
کے لئے نہیں بلکہ کفیلریشن کے لیے پیش کی۔

☆ یغٹینٹ جزل عمر نے سیاسی جماعتوں کو قومی اسٹبلی کا اجلاس جلد بلاۓ کی مخالفت کرنے پر اکسایا۔
☆ ڈھاکہ میں بلایا جانے والا قومی اسٹبلی کا اجلاس غیر معینہ عرصہ کے لیے ملتوی کرنے پر عوایی لیگ نے سول
نافرمانی شروع کر دی جو اس قدر بھر پور تھی کہ جزل نکان شرقی پاکستان کا گورنر مقرر ہو کر ڈھاکہ کے پہنچ تو انہیں حلف
اخنانے کے لیے کوئی بچ سمسرنیں تھا۔

☆ سعی خان نے عوایی لیگ کے سربراہ شیخ محب الرحمن پر دباؤڈا لائک وہ دستور سازی اور چھنکات کو نظر انداز کر
کے حکومت سازی میں ہمپیز پارٹی سے تعاوون کریں۔

☆ شیخ محب الرحمن واجبی سلطے کے لیڈر تھے چھنکات ان کے مرتب کردہ نہیں تھے اور نہ ہی ان میں اتنی الہیت و
صلاحیت تھی بلکہ یہ چھنکات جو ملک کے سب سے بڑے سیاسی تنازع کی بنیاد بے شرطی پاکستان کے یونگ سی ایس پی
افران کے ایک گروپ نے مرتب کیے تھے اور انہیں بیرونی عوامل کی پشت پناہی حاصل تھی جنہوں نے ان چھنکات
کی تشہیر اور شرقی پاکستان کے عوام کو ان کے حق میں تیار اور متحرک کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

- ☆ تین مارچ کو ڈھاکر میں عوامی لیگ کے احتجاجی جلسہ پر فوج کی فائر گن سے بزاروں افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔
- ☆ ۲۵ مارچ کو فوج نے ڈھاکر میں آدمی رات کو پوری شنبھاں کرفوجی ایکشن شروع کیا جس کے نتیجے میں بچاں بزار کے لگ بھگ افراد جاں بحق ہوئے۔
- ☆ جزل سعی خان اور ان کے ساتھی جرنیلوں کا اکثر وقت عورت اور شراب کے ساتھ صرف گز برتاحا اور اس مقصد کے لیے راولپنڈی صدر میں صدر سعی خان کا آٹی بلکہ بدکاری کا اڑہ بن گیا تھا۔
- ☆ رپورٹ میں ایک درجن سے زائد مخورتوں کی فہرست اور کوائف دیے گئے ہیں جن کے شب دروز سعی خان اور ان کے ساتھی جرنیلوں کے ساتھ گزرتے تھے اور وہ دوسری عورتیں بھی سپالائی کرتی تھیں۔
- ☆ سعی خان اکثر اوقات رات سات آنحضرت بجے ڈنر کے بھانے ایوان صدر سے نکلتے اور صبح واپس آتے۔
- ☆ صدر سعی خان نے صدارتی آفس میں جانا بھی ترک کر رکھا تھا اور بھارت کے ساتھ جنگ کے دوران جی ایچ کو کے آپریشن روم میں وہ مصرف دو تین بار گئے۔
- ☆ نومبر اسے میں میں حالت جنگ کے دوران سعی خان نے گورنر ہاؤس لاہور میں تین روز ملکہ ترم نور جہاں کے ساتھ بسر کیے۔

- ☆ جزل نیازی پان سمجھ کرتے تھے رشت لیتے تھے اور رقصاؤں کے گروں میں جاتے تھے۔
- ☆ بر گیڈر یونیورسٹی مقبول پور کے محاوذ جنگ میں عورتیں بکریز اور سورچوں میں طلب کر لیں۔
- ☆ بر گیڈر یونیورسٹی ارباب بخش چینک کی سراج سعی خان شاخ سے ایک کروز پینٹس لاکھ روپے لوٹنے کی واردات میں اپنے دوسرا چھوٹی افسر ساتھیوں سمیت ملوث ہیں۔
- ☆ جی ایچ کو نے جزل نیازی کو بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا حکم نہیں دیا۔ یہ فیصلہ جزل نیازی کا ذاتی تھا۔

یہ ہے وہ ایک بلاکس اسٹاک کا جو ملکت خدا واد پاکستان کے دو حصوں میں بٹ جانے اور سقوط ڈھاکہ کیسے غصیم ہی سانحہ کا باعث ہا۔ لیکن ہواں یہ کہ ہم نے اس سے کیا سبق حاصل کیا؟ اور اسے کے بعد رینج صدی سے زائد عرصہ میں بھروسوں کو کھل کر دارجک پہنچانے اس طرح کے اسباب و عوامل کو روکنے اور حالات کو بہتر بنانے کے لیے کیا اقدامات کیے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ہم نے "جرم" اور " مجرم" دونوں پر پردہ ڈال کر خود کو اندر وطنی و ہم وطنی سازشوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور حالات کی اصلاح کے لیے (خاکم بدہن) سقوط ڈھاکہ کیسے کی اور سانحہ کا انتحار کر رہے ہیں؟

نعمتوں کی ناشکری پر عذاب الہی کا ضابطہ

عید الفطر کے موقع پر مرزا زی عیدگاہ اہل سنت گوجرانوالہ میں مدیر "الشريعة" کا خطاب۔

بعد الحمد والصلوة آج عید کا دن ہے عید خوشی کو کہتے ہیں اور آج دنیا بھر کے مسلمان اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوشی اور تشكیر کا اظہار کر رہے ہیں کہ رمضان المبارک کا حمتوں اور برکتوں والا مہینہ نصیب ہوا اور اس میں ہر مسلمان کو اپنے ذوق اور توفیق کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بنندگی اور نیک اعمال کا موقع ملا۔ روزہ قرآن کریم کا سنتا سنا، صدقہ خیرات اور نوافل کی توفیق ہوئی اس خوشی میں مسلمان بارگاہ ایزدی میں جدہ رہیں ہیں اور تشكیر کا انتہا کا اظہار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اگرامی ہے کہ وہ شکرگزاری پر نعمتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ ابراہیم کی آیت ۷ میں ارشاد خداوندی ہے کہ "اگر تم میری نعمتوں پر شکر کرو گے تو میں تمہیں مزید دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

یعنی جس طرح شکرگزاری پر نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح ناشکری پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب اور سزا بھی دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور ضابطہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو نعمتوں خود انسانوں کی فرمائش پر انہیں دی جاتی ہیں ان کی ناشکری پر عذاب بھی سب سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ میں نے آج خطبہ کے بعد سورۃ المائدۃ کی جو آیات کریمہ (۱۱۵ ۲) آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ رب العزت نے اسی ضابطہ اور قانون کی وضاحت کی ہے اور ایک تاریخی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے سورۃ المائدۃ اسی واقعہ سے منسوب ہے۔ مائدۃ دسر خوان کو کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کے لیے آسان سے تیار کھانوں کا خوان اترنے کا واقعہ اس سورہ میں بیان ہوا ہے جس کی وجہ سے اس سورہ کو "المائدۃ" کہا جاتا ہے وہ واقعہ انہی آیات میں ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں اور ان کا مفہوم یہ ہے کہ

"اور جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کا رب اس کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسان سے خوان اتا رے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

حواریوں نے کہا کہ ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں گے جس سے ہمارے دلوں کو ٹھیکیاں نصیب ہو گا اور ہم یہ جان لیں گے کہ آپ نے ہم سے چیز کہا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں گے۔ حضرت میسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ ہم پر خوان اتا رہے۔ وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو گی اور آپ کی قدرت کی نشانی ہو گی۔ آپ نصیب رزق عطا فرمادیں کیونکہ آپ بہترین رزق دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر خوان اتا رہوں گا مگر اس کے بعد تم میں سے جس نے نا شکری کی تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ وہ عذاب اس کائنات میں اور کسی کو نہیں دوں گا۔

یعنی جس نعمت کی فرمائش کی جا رہی ہے اس کے ملنے کے بعد بھی اگر ناشکری کی گئی تو اس پر خدا کا عذاب بہت زیادہ خست اور بے مثال ہو گا اور اس کی علیقی اور شدت دوسرا عذاب ایوں سے کہیں زیادہ ہو گی۔ ان آیات کے ضمن میں امام ابن جریر طبری نے "تفیر طبری" میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت مولانا تقاضی شاہ اللہ پانی نقیؒ نے "تفیر مظہری" میں حکیم ترمذی کی "نواور الاصول" کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی تفصیلی روایات نقش کی ہیں۔ ان دونوں کو سامنے رکھ کر وادی کی تھوڑی سی تفصیل آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ان روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیر و کاروں کو جب روزہ رکھنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر تم ایک ماہ کے روزے رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو قبول کریں گے۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے ایک ماہ مسلسل روزے رکھے اور جب تمیں روزے مکمل ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ جب ہم ایک ماہ تک کسی کے ہاں مزدوری اور کام کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی طرف سے کھانا کھلاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے لیے آسان سے تیار کھانوں کا خوان اتا رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سپلے تو انہیں تنبیہ کی کہ خدا سے ذرہ اس قسم کے سوالات مناسب نہیں لیکن جب وہ اپنے سوال پر قائم رہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خوان اتا رہنے کی درخواست کر دی۔ جس پر اللہ رب العزت نے خوان اتا رہنے کا وعدہ کر لیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر اس کے بعد بھی نا شکری کی تو پھر میرا عذاب ایسا ہو گا کہ اس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ہو گی۔ چنانچہ آسان سے تیار کھانوں کا دست خوان اتا بلکہ مسلسل چالیس دن تک اتنا رہا اور بنی اسرائیل سب کے سب روزانہ اس سے کھاتے رہے۔ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش شروع ہوئی اور حکم ہوا کہ آج کے بعد یہ خوان غیر بار اور مستحق لوگوں کے لیے ہو گا اور امیر اور صاحب استطاعت افراد کو اس سے کھانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ اس سے قبل یہ شرط بھی لگائی گئی تھی کہ دست خوان پر بینچہ کر جتنا کھا سکتے ہو کھاؤ مگر ساتھ لے جانے اور ذخیرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور دست خوان سے کوئی چیز اٹھا کر لے جانے

کو خیانت شمار کیا جائے گا۔ مگر امیر لوگ اور صاحب استطاعت افراد ان شرائط کی پابندی نہ کر سکے اور طرح طرح کے جیلے بنا کر خلاف ورزی شروع کر دی جس کی وجہ سے یہ خوان اترنا بند ہو گیا اور خلاف ورزی کرنے والے سینکڑوں افراد کو یہ عذاب ہوا کہ رات کو بے قدری کے ساتھ اپنے بستروں پر خونخواب تھے کہ ان کی شکلیں بدل گئیں اور انہیں خنزیریوں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ صحیح ائمہ تو عجیب صورت حال تھی۔ وہ ہم اور جسم انسانوں کے تھے مگر چہرے اور شکلیں خنزیریوں کی بن پچھلی تھیں۔ بھی اسرائیل میں کہرام بھی گیا۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرد صحیح ہو کر آہوزاری کرنے لگے۔ وہ سینکڑوں خنزیر نما انسان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرد دھکوئے اور روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کسی کا نام لے کر پکارتے تو وہ سر بلاؤ کرہاں کرتا۔ مگر انگلکوئی طاقت سب ہو چکی تھی۔ ان کا روشن دھوٹا بعد از وقت تھا اس لیے کسی کام نہ آیا اور وہ خنزیر نما سینکڑوں انسان تین دن اس حال میں رہنے کے بعد موت کا شکار ہو گئے۔ ان میں سے کوئی زندہ نہ رہا اور نہ یہ کسی کی نسل آگے چلی۔

گویا اس واقعہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قانون کا عملی اظہار فرمادیا کہ وہ عام نعمتوں کی ناشکری پر بھی سزا دیتے ہیں لیکن جو نعمت فرمائش اور درخواست کر کے لی جائے اس کی ناشکری پر ان کا عذاب بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حوالہ سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد گرامی بھی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے یہ واقعہ بیان کر کے عرب یوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔ "تفسیر ابن کثیر" میں انہی آیات کریمہ کے ضمن میں منقول ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے ایک مجلس میں "نامہ" والا یہ واقعہ بیان فرمایا اور پھر کہا کہ اے اہل عرب! تم پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا کہ حضرت محمد ﷺ میں عظیم غیر معمولی تمہیں عطا فرمائے۔ حالانکہ ان سے پہلے تم صرف اونٹ اور بکریاں چڑھانے والے چ وابے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی برکت سے تمہیں عرب و عجم کی پادشاہت مل گئی اور نبی اکرم ﷺ نے تمہیں بُدایت کی کہ سو ناچاندی ذخیرہ نہ کرنا یعنی دولت کو تحفہ کرنے کے بجائے اے مستحقین پر خرچ کرتے رہنا۔ مگر تم نے دولت کو ذخیرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لیے یاد رکھو کہ تم بھی اسی طرح خدا کے عذاب کا شکار ہو گے جس طرح نامہ و اعلیٰ اسرائیل خدا کے عذاب میں بنتا ہوئے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر نے یہ بات اپنے دور کے پس منظر اور حالات میں کبھی تھی لیکن آج کے حالات اور تناظر میں ان کے اس ارشاد گرامی کو دیکھ لیجئے کہ کس طرح حرف بحر صادق آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "زشت پون صدی" میں عرب یوں کو تسلی اور سونے کی صورت میں جس دولت سے مالا مال کیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی لیکن یہ دولت کہاں خرچ ہوئی؟ یہ دولت ملت اسلامیہ کے اجتماعی اور ملی مفاد میں خرچ ہوتی تو اس کا میدان سائنس، نیکناں الوجی، دفاع اور میہشت تھا۔ مگر عرب یوں کی دولت ان معاملات میں مسلمانوں کے کسی کام نہ آئی اور نہ ہی غریب مسلمانوں اور نادار

لوگوں کی ضروریات پر یہ دولت صرف کی انی البتہ عیاشی پر الملوک تملکوں پر بیکار بلذہ ملکوں پر اور شاہانہ اخراجات پر تخلی کی دولت برپا دھوئی اور جو دولت ان کاموں پر صرف نہ ہو سکی وہ مغربی ملکوں کے ملکوں میں ذخیرہ کردی گئی ہے جو مسلمانوں کے بجائے ان کے دشمنوں کے تصرف میں ہے اور ان کے کام آ رہی ہے۔

الله نے چھپر چھاڑ کر عرب یوں کو دولت دی تھی زمین کا سینہ ان کے لیے چاک کر دیا تھا مگر انہوں نے اس عظیم نعمت کی جو ناشکری کی اس کی سزا آج ہم سب بھگت رہے ہیں اور اسرائیل چیزے چھوٹے سے ملک کے سامنے تمام عرب ممالک بے بسی کی تصور میں ہوئے ہیں۔ یہ خدا کا عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ غافیں بھی ہے حساب دیتا ہے مگر ان کی ناشکری پر اس کی گرفت بھی بڑی سخت اور غیر تناک ہوتی ہے۔ عرب یوں کو ایک طرف رکھے خود ہمارا حال کیا ہے؟ ہم نے یعنی جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے "پاکستان" جیسی عظیم نعمت اللہ تعالیٰ سے مالک کر لی تھی اور یہ کہا تھا کہ یا اللہ! اس خط کے مسلمانوں کو الگ ملک عطا فرمادے ہم اس میں تیرے احکام کی پابندی کا اہتمام کریں گے، ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن شریف اور دوسرا ہے ہاتھ میں بخاری شریف تھی اور ہم نے لاکھوں کے اجتماع میں عبد کیا تھا کہ پاکستان بن گیا تو ان دو کتابیوں کی حکمرانی قائم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ ملک دے دیا اور پاکستان بن گیا مگر ہم نے کیا کیا؟ اور نصف صدی سے مسلسل کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے مملکت خدا اور پاکستان کو لوٹ کھوٹ اور مار دھاڑ کا مرکز بنالیا۔ ہم میں سے جس کا جتنا داؤ چلا اس نے ملک کو لوٹنے اور اس کے وسائل کو برپا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہم نے خدا کے قانون کو اسلام کے نظام کو اور قرآن و سنت کی بدایات کو نظر انداز کر دیا اور خواہشات کی خلائی میں اگ گئے۔ آج غریب آدمی کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑے نہیں ہے بھل کا بیل دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں کھانے کو روٹی نہیں ہے اور سرچھانے کو مکان نہیں ہے مگر چند افراد نے اپنی تجویزوں اور بیرون ملکوں میںکوں میں دولت کے ایبار لگا رکھے ہیں۔ آج مجھے اور آپ سب کو اپنے اپنے گریبان میں جھامک کر دیکھنا چاہیے اور اس بات کا جائزہ لیتا چاہیے کہ ہم تو عید کے روز نئے کپڑے پہنے خوشبو گئے اور بنے سورے بنیتے ہیں مگر ہمارے ارد گرد کتنے لوگ ہیں جو آج کے دن بھی اپنے بچوں کے لیے ایک دن کی عارضی خوشیوں کا اہتمام نہیں کر سکے۔ ان کی تعداد تھوڑی نہیں بہت زیادہ ہے اور دن بدن بڑھتی جا رہی ہے ان لوگوں کا بھی وہی خدا ہے جو سب کچھ دیکھ رہا ہے اور ان لوگوں کے دلوں سے بھی آہیں نکلتی ہیں جو سیدھی عرش پر جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں نبی اسرائیل کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے سبق لیتا چاہیے اور نصیحت پکڑنی چاہیے۔ ابھی وقت بے اگر ہم نہ امت اور توبہ کے ساتھ اپنی اصلاح کا راست انتیار کر لیں تو توہہ کا دروازہ کھلا ہے لیکن اگر ہم نے اب بھی سبق نہ کھانا تو عذاب کا قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح اور توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

اسلام میں عورت کا مقام

اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق بھی ہے اور ماں لک بھی۔ اس نے لاکھوں اور کروڑوں قسم کی تحقیق پیدا فرمائی اور اس کائنات میں اس کا دائرہ کار Function الگ الگ رکھا۔ اس دنیا میں اللہ جبار ک د تعالیٰ نے عورت کو بھی پیدا فرمایا اور مرد کو بھی اور دونوں کے عضوی اور حساسی اخلاقیات کی وجہ سے ان دونوں کا دائرہ کار بھی الگ الگ رکھا اور عملی زندگی میں مرد کو عورت پر فوپیت دی اور فضیلت عطا فرمائی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا:

الرجال قوامون على النساء "مرد عورتوں پر قوام ہیں"

عربی زبان میں قوام قیام اور قیام اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو۔ اس آیت میں قوام کا ترجیح عوماً "حکم" کیا جاتا ہے یعنی مرد عورتوں پر حکم ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لیے عقلاء اور عرفانی ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر یا حکم ہو۔ تاکہ اختلاف کے وقت اس کے فیصلے سے کام چل سکے۔ جس طرح ملک و سلطنت اور ریاست کے لیے اس کی ضرورت سب کے لیے مسلم ہے اسی طرح اس قابلی نظام میں جس کو "خانہ داری" کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے۔ عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کیونکہ ان کی علمی اور عملی قوتیں بہترت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں۔ اور یہ ایسا بد-بھی معاملہ ہے کہ بچھدار عورت یا مرد اس کا اپنا کارہ نہیں کر سکتا۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۹۶)

شیخ الاسلام علامہ شیخ احمد حنفیؒ نے اس بارہ میں فرمایا کہ

"خلاصہ یہ کہ مردوں کو عورتوں پر حکم اور نگران حال بنایا ہے دو وجہ سے: اول بڑی اور وہیں وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا دار و مدار ہے، فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشرع احادیث میں موجود ہے۔" (فوانی حنفی)

مردوں کو عورتوں پر فکری اور وہی اعتبر سے فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے انہیں عورتوں پر قوام بنایا گیا۔ یہ کون

سی فکری اور قسمی صلاحیتیں ہیں ان پر بحث کرتے ہوئے اکمل الدین الباہری قدس سرہ نے عناصر شرح بدایہ میں فرمایا کہ:

"نفس انسانی کی قوتوں کو چار درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا درجہ کے مظلوم اس پنے بیکھٹے کی استعداد موجود ہو۔ یہ استعداد فطر ناہر شخص میں پائی جاتی ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ جزئیات میں حواس کے استعمال سے بدیکی باتیں دریافت ہونے لگیں (جیسا کہ دیکھ کر رنگ کا پتہ چل جاتا اور چکھ کر زانکہ کا علم ہو جاتا وغیرہ وغیرہ) اور عقل اس قابل ہو کہ اس میں خور و غلکر کے ذریعہ خاص حقائق کا اکتاب کرنے لگے۔ اس کو اصطلاح میں "عقل بالملک" کہتے ہیں۔ اس صلاحیت کے بعد آدمی پر شریعت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بدیکی حقیقوں سے جو نظریات مستبط ہو رہے ہیں ان کے ادراک میں کسی قسم کی وقت اور محنت پیش نہ آئے۔ اسکا نام "عقل بالغفل" ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ نظریات بھیشہ ذہن میں اس طرح مستحضر ہیں گویا آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اسکو "عقل" مستفاد کہا جاتا ہے۔"

اس کے بعد علامہ اکمل الدین فرماتے ہیں :

"شریعت کی ذمہ داریوں کا دار و مدار جس صلاحیت عقل پر ہے یعنی "عقل بالملک" عورتوں میں اس کی کمی نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جزئیات میں حواس کو استعمال کر کے بدیہات کو پالاتی ہیں۔ اور اگر کسی بات کو جھوٹ جائیں تو یاد ہانی کے بعد ذہن میں حاضر بھی کرتی ہیں۔ اگر ان کی صلاحیت میں کسی قسم کا نقش ہوتا تو دین کے جن ارکان کی ذمہ داریاں مردوں پر ڈالی گئی ہیں، عورتوں کو اس سے مختلف ارکان کی تکلیف دی جاتی، حالانکہ صورت واقعہ نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ان کے بارہ میں "ناقصات عقل" فرمایا ہے تو اس سے "عقل بالغفل" مراد ہے۔"

(عناصری فتح القدر ج ۲ ص ۸)

معلوم ہوا کہ وہ عقل جس سے بدیکی حقیقوں سے جو نظریات مستبط ہو رہے ہیں ان کے ادراک میں کسی قسم کی وقت اور محنت پیش نہ آئے اس عقل میں عورت کمزور اور ناقص ہے۔ یہ علامہ اکمل الدین کی تحقیق ہے جو قرآنی اصول کو ثابت کرتی ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔

"مرد عورتوں پر قوام ہیں" قرآن حکیم کی اس بات کو وضعی قانون نے غلط قرار دیا، لیکن گزشتہ سوالہ تجویز اور تحقیق نے بتایا کہ الہی قانون ہی اس معاملہ میں حقیقت سے قریب تر ہے۔ آزادی نسوان کی تحریک کی تمام تر

کامیابیوں کے باوجود آج بھی نامنہاد "مہندب دنیا" میں مرد ہی جنس برتر Dominant Sex کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آزادی نسوان کی تحریک کے علم برداروں کی سب سے بڑی دلیل اس سلسلہ میں یہ تھی کہ عورت اور مرد کے درمیان کوئی فطری فرق نہیں بلکہ سماجی فرق ہے۔ اگر عورت پر سماجی دباؤ ختم کر دیا جائے تو وہ ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے اور عورت کسی لحاظ سے مرد سے چیختنے نہیں رہے گی۔

اس تحریک کو دوسو سال سے اوپر ہو گئے ہیں اور ان ملکوں میں یہ تحریک پوری طرح کامیاب بھی ہو چکی ہے جو صنعتی لحاظ سے ترقی یافتے ہیں۔ ان ملکوں میں عورت اور مرد کی برابری کے قوانین بھی بنائے جا چکے ہیں مگر قانون یا روایج اور سماج کے لحاظ سے آج کی عورت اب بھی وہاں کے مرد سے بہت چیخے ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کی برابری نہیں کر سکتی ہے۔

یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا بلکہ یورپ اور امریکہ کا ہر مفکر، دانشور اور مبصر اس کا اعتراض کرتا ہے۔ چنانچہ علمی دنیا کی نہایت معجزہ کتاب انسانیکو پیدا یا برٹانیکا کے مقابلہ نگار نے لکھا ہے:

"اقتصادی میدان میں گھرستے باہر کام کرنے والی عورتیں بہت زیادہ تعداد میں کم تخلوہ ادا پانے

والے کاموں میں ہیں۔ اور ان کا درجہ (status) سب سے کم اور بیچاہے۔ حتیٰ کہ عورتیں

ہر اس کام میں جو عورتیں اور مردوں نوں کرتے ہیں کم تخلوہ پاتی ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ایک عام

عورت کی تخلوہ امریکہ میں مرد کی تخلوہ کے ۶۰ فیصد کے برابر تھی۔ اور جاپان میں اوس طرح ۵۵ فیصد

سیاسی لحاظ سے بھی سیاسی جماعتوں اور لوکل اور مرکزی حکومتوں میں زیادہ عورتیں
مردوں سے بیچی ہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ حملہ مغرب نے آزادی نسوان کی تشخیص غلط کی تھی۔ ان کی تشخیص یہ تھی کہ ان دونوں صنفوں میں یہ فرق سماجی حالات کی ہاتھ پر ہے۔ حالانکہ یہ فرق اسلام کی نشاندہی کے مطابق پیدا اُٹی ہوادت کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی مفکرین نے اس مسئلہ پر بڑی تحقیق کی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ کر جب تک ان دونوں صنفوں میں یہ عضوی اور حساسی فرق رہے گا دونوں کی سماجی حیثیت میں بھی فرق رہے گا۔

"اسلام میں عورت مرد سے کم تر ہے" یہ یورپ کا معاندانہ پر اپنکنڈہ ہے جو وہ اسلام کو بدناام کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ آج سے نہیں بلکہ دو تین سو سال سے کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور مستشرق ایڈورڈ ولیم لین نے اپنی کتاب Selection from Quran کے دیباچہ میں لکھا ہے:

The fatal point in Islam is the degradation of women

"اسلام میں تباہ کن پہلو عورت کو حضیر درج دینا ہے۔"

اسی طرح ایک اور مفکر جے ایم رابرٹس J.M. Roberts نے لکھا:

Its coming was in many ways revolutionary. It kept women, for example, in an inferior position

(The Pelican History of the World, P.334)

"دنیا میں اسلام کی آمد کی لحاظ سے انقلابی تھی، مثال کے طور پر اس نے عورت کو کم درجہ دیا۔"

اسلام میں عورت کو کم درجہ دیا گیا ہے یہ دراصل اسلام کی بات کو بگاڑ کر چیز کرتا ہے۔ اسلام یہ ہر گز نہیں کہتا کہ عورت مرد سے کم تر ہے بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ "عورت مرد سے مختلف ہے" یہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فرق کا معاملہ ہے نہ کہ ایک کے مقابلے میں دوسرے کے بہتر (Better) ہونے کا۔ مرد اور عورت کے بارہ میں اسلام کے سارے تو انہیں اسی اصول پر تنی ہیں کہ عورت اور مرد دو الگ الگ صفتیں ہیں تبہذ اخاند اپنی اور سماجی زندگی میں ان کا دائرہ عمل بھی ایک نہیں بلکہ مختلف ہے۔ اور ایک ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ جب دونوں صفتیوں کے ماہین حیاتیاتی بناوٹ کے لحاظ سے فرق ہے تو ان کے درمیان عمل کے لحاظ سے بھی لازمی طور پر فرق ہوتا چاہے۔

مرد اور عورت کے درمیان جو فرق اسلام نے بتایا ہے اس کو موجودہ دور میں علم انسانی کے ماہرین نے بھی تسلیم کیا

ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ایک پروفیسر اسٹیون گولڈ برگ نے لکھا ہے:

"اس فرق کی زیادہ حقیقت پسندانہ توجیہ یہ ہے کہ اس کو مردانہ ہار مون Male

Harmone کا نتیجہ قرار دیا جائے جو کہ ابتدائی جرم و مددی حیات پر اس وقت غالب آجائے

ہیں جب کہ ابھی وہ رحم مادر میں ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ چھوٹے بچے چھوٹی بچیوں سے

ہمیشہ جارح ہوتے ہیں۔"

آگے چل کر پروفیسر گولڈ برگ لکھتا ہے:

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرد عورتوں سے بہتر ہوتے ہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ

مرد عورتوں سے مختلف Different ہوتے ہیں۔ مرد کا دماغ اس سے مختلف کام کرتا ہے

جس طرح عورت کا دماغ کام کرتا ہے۔ یہ فرق چوہوں وغیرہ کے زر اور مادہ میں بہت زیادہ

واضح طور پر تحریر کیا جاسکتا ہے۔" (ڈیلی ایکسپریس ۳ جولائی ۱۹۷۷ء)

یورپ کے مشہور مفکر، دانشور اور نوبل انعام یافت ڈاکٹر ایکٹسیٹس کیرل نے بھی اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اسلام کے نظریہ مرد و زن کی تائید کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس معاملہ کی حیاتیاتی تفصیلات میان

کرتے ہوئے لکھا ہے:
 "مرد اور عورت کے درمیان جو فرق پائے جاتے ہیں وہ محض جنسی اعضا کی خاص شکلِ رحم کی موجودگی، حمل یا طریقہ تعلیم کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ وہ اس سے زیادہ بنیادی نوعیت کے ہیں جو خود بچوں کی بناوٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور پورے نظام میں خصوصی کیمیا وی ماں کے سراحت کرنے سے ہوتے ہیں جو کہ حصیہ الرحم سے نکلتے ہیں۔ ان بنیادی حقیقوں سے بخبری اور نانا تقیت نے ترقی نسوان کے حامیوں کو اس عقیدے پر پہنچایا ہے کہ دونوں صنفوں کے لیے ایک قسم کی تعلیم ایک طرح کے اختیارات اور ایک طرح کی ذمہ داریاں ہوئی چاہئیں۔"

ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں:
 "حقیقت کے اعتبار سے عورت نہایت گہرے طور پر مرد سے مختلف ہے۔ عورت کے جسم کے ہر خلیہ میں زنانہ پین کا اثر موجود ہوتا ہے۔ یعنی بات اس کے اعضا کے بارہ میں صحیح اور درست ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کے بارہ میں عضویاتی قوانین بھی اتنے ہی انہیں بھتنا فلکیاتی قوانین قطعی اور اصل ہیں۔ ہم مجبور ہیں کہ انہیں اسی طرح مانیں جیسے وہ ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو خود اپنی فطرت کے مطابق ترقی دیں۔ وہ مردوں کی نقل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تہذیب کی ترقی میں ان کا حصہ اس سے زیادہ ہے جتنا کہ مردوں کا ہے۔ انہیں اپنے خصوصی عمل کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

(Dr. Alexis Carel : Man the unknown, New York, P. 91)

ان سیکلوپیڈیا بریٹانیکا کی 19 دیں جلد میں خواتین کا درج Status of Women پر ایک مفصل مقالہ لکھا گیا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان پیدا اُٹی بناوٹ کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے۔

مقالات لکھا ہے:

"اوسماف خصیت کے لحاظ سے مردوں کے اندر جاہیت اور غلبہ کی خصوصیات پائی جاتی ہے۔ ان میں حاصل کرنے کا جذبہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عورتیں کوئی سہارا چاہتی ہیں۔ ان کے اندر معاشرہ پسندی کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اور ناکامی کی صورت میں مردوں کے مقابلے وہ زیادہ آسانی سے بے ہمت ہو جاتی ہیں۔"

آزادی نسوان کے علم پرداری کیتے ہیں کہ عورت اور مرد کا فرق محض سماجی حالات کی پیداوار ہے مگر موجودہ زمان

میں مختلف متعلقہ شعبوں میں اس مسئلہ کا جو گہرا مطالعہ کیا گیا ہے اُس سے ثابت ہوا ہے کہ صرف فرق کے پچھے حیاتیانی عوامل Biological Factors کا فرماجیں۔ ایک امریکی سرجن Edgar Berman کا فیصلہ ہے کہ عورتیں اپنی بار مون کیسری کی وجہ سے اقدار کے منصب کے لیے جذباتی ثابت ہو سکتی ہیں۔

Because of their hormonal chemistry, women might be too emotional for position of power. (Time Magazine, March 20, 1972, P 28)

امریکہ میں آزادی نسوان کی تحریک کافی طاقت ور ہے، لیکن اب اس کے حامی محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کی راہ کی اصل رکاوٹ سماں یا قانون نہیں بلکہ خود فطرت ہے۔ فطری طور پر ہی ایسا ہے کہ عورت بعض حیاتیانی محدودیت Male & Female Limitations of Biology کا شکار ہے۔ میل بار مون اور فی میل بار مون Hormone کا فرق دونوں میں زندگی کے آغاز ہی سے موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ تحریک آزادی نسوان کے پر جوش حامی کرنے لگے ہیں کہ فطرت خالم ہے۔ ہمیں چاہیے کہ پیدائشی سائنس Science of Exergies کے ذریعے نئے قسم کے مرد اور بیوی قسم کی عورتیں پیدا کریں۔

یورپ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی عورت بیانات کا م کرنے اور مردوں کی طرح کمانے اور خود فیصلہ ہونے کے لیے باہر نکلی تو اس کو معلوم ہو گیا کہ بعض حیاتیانی اور فطری مزدوریوں کی وجہ سے کسی شعبہ زندگی میں بھی وہ مردوں کے برابر کام نہیں کر سکتی تو اس نے اپنے نسوانی جسم کا سودا کرنے کے لیے اس کو سر بازار لائکا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو مرد کی برابری کا درجہ تو نہ طالبت معاشرہ طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہو گیا جن میں عرب یا نیت جنسی جرائم بے نکالی اور بخیر والد کے پچھے سرفہرست ہیں۔

اسفوس یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ آزادی نسوان کی جس تحریک سے اب تک آچکے ہیں اور وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ عورت کسی میدان میں بھی مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس تحریک کو اپنے پاکستان میں بعض محسوس نفع کی عورتیں اپنی لیڈری چکانے کے لیے شروع کیے ہوئے ہیں۔ اور وہ پاکستان کی پاک باز اور باعثت عورت کو چاغ خانہ کے بجائے شمع انجمن بنانا چاہتی ہیں۔ اکبرالا آبادی نے اس کا تھاں

حامدہ چمکی ن تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی

اب ہے شمع انجمن پبلے چاغ خانہ تھی

خوٹلی یورپ اور امریکہ نے دوسو برس قبل کی تھی کہ عورت اور مرد کے درمیان کوئی فطری فرق نہیں بلکہ سماںی فرق ہے وہی خلطی آج پاکستان میں کی جا رہی ہے۔ یاد رکھئے عورت مرد سے مختلف ہے لیہہ اس کا دائرہ کار بھی مختلف ہے۔ یہی اسلام کا فیصلہ ہے اور یہی فیصلہ یورپ اور امریکہ کے دانشوروں اور مفکرین کا ہے۔

تحریک ریشمی رومال پر ایک نظر

یہ میوسیں صدی کا حیدر آباد سندھ ہے۔ قدیم طرز کے مکان میں ایک شخص پہنچنے پرانے کپڑوں میں ملبوس سوئی دھماگا لیے ایک زروری گہر کا رومال جس کی لمبائی ایک گز ہے اور عرض بھی اتنا ہی ہے گذری میں ہی رہا ہے۔ وضع قلعہ اور صورت شکل سے درویش نظر آتا ہے۔ اچاک ایک دھماکہ سا ہوتا ہے وہ سر انداز کر دیکھتا ہے چند گورے اور سکھ فوجی صحن کی دیواریں پھانڈ کر اس کی طرف لپکے آ رہے ہیں۔ وہ گذری انداز کر کرے کے پھٹکے دروازے کی طرف بھاگنے لگتا ہے لیکن فوجی سر پر پہنچ جاتے ہیں اور اس سے گذری چھین لیتے ہیں۔ وہ شخص ان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور صحن میں پہنچ کر دیوار پھانڈ لیتا ہے۔ چند فوجی اس کے پیچھے جاتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد ہاتھ سے لوٹ آتے ہیں۔ یہ درویش آزادی ہند کی انقلابی پارٹی کے سرگرم اور سرفوش رکن اور پارٹی کے قائد شیخ البند حضرت مولانا محمد حسن کے قابل اعتماد پیر و کارشیخ عبدالرحمیم تھے۔ اچاک یہ کرپانی کے حقیقی بھائی جو مولانا عبد اللہ سندھی کے ہاتھ پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

پارٹی کا مرکزی دفتر پہلے دیوبند میں تھا بعد میں دہلی منتقل ہو گیا۔ تحریک کا نام جس کی بنی پر پارٹی تشكیل دی گئی تھی پہلے ثمرۃ التربیہ اور پھر جمیعۃ الانصار رکھا گیا تھا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ ہندوستان پر قابض امگر یہ حکومت کے خلاف ملک بھر میں عام بغاوت کرائی جائے اس طرح ملک کو فرگنی استبداد سے آزاد کرنا تھا۔ منصوبے کے مطابق ترکی کی فوج کو افغانستان کے راستے حملہ اور ہونا تھا اس لیے افغانستان کی حکومت کو بھی جس کا سربراہ حبیب اللہ خان تھا ہموار کرتا تھا۔ ترکی سے یہ طے کیا جا رہا تھا کہ اس کی فوج ہندوستان کو آزاد کر کے لوٹ جائے گی۔ اس حد کے عوض آزاد ہندوستان اس کی اخلاقی اور ملی امناد کرتا رہے گا۔ ترکی فوج کے کمانڈر عازی انور پاشا تھے۔

اس طریقہ کار پر عمل کرنے کے لیے دس جامع منصوبے ۱۹۰۵ء میں بنائے گئے تھے۔ ان کی تحریک ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ منصوبے یہ تھے: ہندوستان کامل اتحاد ملائکر قدیم اور جدید تعلیم یافت طبقے میں اشتراک گنوں عمل، اقوام عالم سے اخلاقی مدد حصول، جنگی نقصوں کی تیاری، انقلاب کے بعد عبوری حکومت کے خاکے کی ترتیب، بغاوت کے خفیہ

مراکز کا قیام ہیرون ملک امدادی مرکز کا تھیں۔ ترکی کی حیات کے لیے دوسرے ملکوں سے رابطہ باہر سے جملے کے لیے راستوں کی نہ نہیں بیک وقت بغاوت اور جملے کے لیے تاریخ کا تھیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے معرکہ بالا کوٹ ۱۸۳۱ء اور انقلاب ۱۸۵۷ء کی خونپچھائیں اقدامات کے بعد یہ تیسری سرفوشانہ تحریک تھی جو تحریک ریشمی رومال کے نام سے تاریخ کے سخنوں پر امنت نقوش چھوڑ گئی۔ پہلی تحریک مسلمانوں کے جاہلیت تھا فل سے ناکام ہوئی۔ لیکن دوسری اور تیسرا تحریکیں بعض لوگوں کے جنمات کے عدم تعاون اور کھلے بندوں نداری سے ملیا میت ہوئیں۔ یہ ایک ہاتھیل فراموش حقیقت ہے کہ تینوں تحریکیوں میں بنیادی اور مرکزی کروار علمائے حق نے ادا کیا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں عام مسلمانوں کا زیادہ حصہ بے لیکن دوسری دونوں تحریکیوں کا سہرا تمام تر علمائے حق کے سر بے۔ تحریک ریشمی رومال کی کامیابی اپنیوں کی نداری اور انگریزوں کے طے شدہ حفظ ماقوم کے باوجود تھی۔ وجہ یہ تھی کہ یہ ورنی امداد کے امکانات دسترس میں تھے۔ ۱۸۵۸ء میں سا مرادیت کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے برادری راست حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں منتقلی کے بعد انگریز و شمنی کے دور کا آغاز ہو چلا تھا۔ بعد نہ تھا کہ یہ خارجی تیک فال داخلی جدوجہد کے لیے مدد و معادوں ثابت ہوئی۔ برطانیہ کی تو سچ پسندی کے پیش نظر ۱۸۵۰ء میں دوار آف بھوٹان پر بقشت کیا گیا اور برما کے شانی حصہ کو فتح کر کے سلطنت میں شامل کیا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں تبت اور چین پر حملہ کیا گیا اور سرحد کے مجاہدین پر فوج کشی ہوئی۔ ۱۸۸۵ء میں کابل پر حملہ کیا گیا۔ ۱۸۹۰ء میں حکومت منی پور پر تسلط کیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں چڑال پر بقشت ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں تیرہاہ پر حملہ کیا گیا۔ ۱۸۹۷ء میں دوبارہ سرحدی مجاہدین کے خلاف بچپن میں بھیگی گئیں۔ یہ ورنی امداد کے ملے میں حکومت ترکی سے توقع کسی خوش بینی اور جذبہ باتیت کی بنا پر نہیں تھی اس کے پس مظہر میں بھوس حقائق اور دلائل تھے۔ ترکی برطانیہ کا زخم خورده تھا۔ اگر نہ ہب اور حریت پسندی ہندوستان اور ترکی میں قدر مشترک نہ ہوئی تو بھی سیاسی طور پر ترکی کی طرف سے مدد لازمی تھی۔ ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے سلطان عبدالجید خان کو محمد علی پاشا کی بغاوت کے خلاف مدد دی اور اس کے عوپس میں پہلے عدن کی بندرگاہ اور پھر سارے عدن پر بقشت کر لیا۔ اس قبضے کی وجہ سے آنے والے برسوں میں جونتائیں نکلے وہ تصور میں لائے جاسکتے ہیں۔ اس مدد کا سارا خرچ (میں لاکھ پونڈ) ہندوستان کے ذمہ قرض کے طور پر ڈالا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں باب عالی سلطان عبدالجید خان سے خفیہ معاہدہ کر کے جزیرہ قبرص قبضے میں کیا گیا اس کے بھی دورہ نتائج نکلے۔ اسی سال برلن میں یورپی ملکوں کی کافرنس ہوئی جس میں ترکی کے حصے بخڑے کر کے آپس میں بانت لیے گئے۔ برطانیہ بھی حصے دار تھا۔ ۱۸۵۸ء میں رومنی بلغاریہ کریٹ، سرديا، مولدوديا، ولاچيا، ابوسينا، مونی، تکردا اور ارضی گونیا کو ترکی کے قبضے سے نکلوادیا۔ ۱۹۰۳ء میں برطانیہ کی شرپ فرانس نے مرکش پر بقشت کر لیا۔ ۱۹۰۸ء میں ترکی میں فوجی انقلاب رونما ہوا۔ یہ انقلاب فوجیوں کی تنظیم "اتحاد المسلمین" نے برپا کیا تھا جس

کے قائد عازی انور پاشا تھے۔ بعد میں یہی حکومت کے سربراہ بنتے۔ ۱۹۱۲ء کی جنگ بلتان میں ہندوستان کی حریت پسند تحریکوں نے ترکی کی جواہلاتی اور مالی مدد کی تھی اسے انور پاشا بھولے نہیں تھے۔ اس لیے تحریک ریشی روپاں کو ترک کے سربراہ کی حیثیت سے اس کی مدد غیر متوقع نہیں تھی۔ تحریک کے پہلے دو منصوبوں کے لیے فنا پہلے ہی سازگار تھی۔ ہندوستان کے تمام حریت پسندوں میں ڈھنی ہم آنجلی اور اشتراک میں کا جدہ پایت اندیا کمپنی کی حکومت کے وقت ہی سے پیدا ہو چکا تھا اور اس کا مظاہرہ پار بار خصوصاً ۱۸۵۱ء میں اور اس کے بعد ہو چکا تھا۔ تحریک کے عمل قائد شیخ العین حضرت مولانا محمد حسن تھے لیکن اس کے قیام اور ساری منصوبے بندی میں جن شخصیتوں کا ہاتھ تھا ان میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جو ہر مولانا شوکت ملی مولانا ابوالکاظم آزاد مولانا جعیب اللہ سنگھی ڈائیٹ انصاری مونی لال نہروں ایجنسی رائے اور راجندر پر شاد شام تھے۔ اس کے علاوہ ۱۸۵۱ء کے انقلاب نے اعلیٰ تعلیم یافت نوجوانوں کی ایک کھیپ مہیا کر دی تھی جن کے دلوں میں حریت کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں اور ذہن جدید طبعیاتی تفاضلوں سے رہن تھے۔ ان نوجوانوں میں جن لوگوں کو اbaum فرانس سونپے گے ان میں پروفیسر برکت اللہ ایم اے تھے جنہیں ترکی جرمی اور جاپانی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ چودہ برسی رحمت ملی گریجویٹ نالہ ہردویال ایم اے کامریہ تحریک اسکے گریجویٹ مولوی محمد علی قصوری گریجویٹ میان مبدالباری ایم اے رام چندر گریجویٹ بھٹی کے شیخ محمد ابراء ایم اے اے اور جنی زبان میں ماہر بیکال کے شوکت ملی گریجویٹ و فیرہ شام تھے۔ تیرسے منصوبے کے تحت جنین جاپان فرانس نہرما اور امریکے میں کام شروع کیا گیا۔ اس کے لیے مشتری طریقہ کاراپنا یا گیا۔ پہلا مشن دیوبند سے فارغ التحصیل مولانا مقبول الرحمن ماشکہ ہزارہ اور شوکت ملی کی سرکردگی میں جنین بھیجا گیا۔ جس میں چھا اور افراد بھی شام تھے لیکن جنین میں ایک مرکزی سیرت کمیٹی قائم کر کے ملک بھر میں اس کی شاخیں کھول دی گئیں۔ اردو اور جنی زبانوں میں ایک رسالہ "الستین" جاری کیا گیا۔ ان کاموں میں مشن کو ہر یونیورسٹی کامیابی ہوئی۔ جنین مسلمانوں کی خاصی تعداد ہندوستان کی صورت حال سے متاثر ہوئی اور انگریز سامراجیت سے چھکن کاردا لانے میں ہر ممکن اخلاقی مدد کا وعده کیا۔ ہر چند کہ جنی عوام خود حلم واستبداد کی کھلکھلی میں پس رہتے تھے۔ حکومت کی سطح پر کوئی نمایاں کام نہ ہو سکا کیونکہ ملک پر سامراجیت کے دوسرا روپ شہنشاہیت اور شوکت ملی ڈاکٹری کا تسلط تھا۔ مشن نے اپنے اخراجات اس طرح پورے کیے کا ایک شفاقتانہ کھول لیا۔ مولانا مقبول الرحمن طباعت اور شوکت ملی ڈاکٹری کرتے تھے۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۹ء تک جنین میں کام کرنے کے بعد دنوں صاحبان کو برما جانے کا حکم ملا۔ مشن کے تین ارکان کو جنین میں کام کی نگرانی کے لیے چھوڑا گیا۔ شفاقتانے کو فروخت کر کے ان کے گزارے کے لیے رقم دی گئی اور سزا کا خرچ بھی نکالا گیا۔ ایک آدمی کو واپس ہندوستان بھیجا گیا اور چار آدمی برما کئے۔ وہاں کپڑے کا رہ بار شروع کیا گیا جس میں کافی منافع ہوا۔ برما میں ڈھنی طریقہ کاراپنا سے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لبڈا انسانی رشتے

کو مقصود کے حصول کے ذریعہ بنایا گیا اور انسانی برادری کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی جس کا نصب اعلیٰ انسانی فلاح و بہبود بتایا گیا۔ مولا ناتا مقبول الرحمن نے عربی زبان میں ایک کتاب "الانسان" لکھی۔ اس کا انگریزی اور بردی زبانوں میں شوکت علی نے ترجمہ کیا۔ مشن ۱۹۱۲ء تک بڑی کامیابی سے اپنا کام کرتا رہا۔ اس نے ہزاروں افراد کو ہندوستان کی اخلاقی مدد کے لیے تیار کیا۔ جس سے ایک مغلص حلقت پیدا ہو گیا شومی قست کر ۱۹۱۲ء میں تحریک ناکام ہو گئی۔ شوکت علی اور دونوں ہندو دارائیں ہندوستان چلے گئے اور مولا ناتا مقبول الرحمن رکون جا پہنچے۔ شوکت علی ہندوستان سے فرار ہو کر برلن چلے گئے اور مولا ناتا مقبول الرحمن ۱۹۲۳ء میں وطن لوئے۔

دوسرا مشن جاپان بیجگا گیا۔ اس میں پائچ آدمی تھے اور قائد پروفیسر برکت اللہ تھے۔ انگریزی، ترکی، جرمنی زبانوں کے علاوہ جاپانی زبان میں بھی مہارت رکھنے کی وجہ سے انہیں نوکی کے ایک کالج میں پروفیسری مل گئی۔ مشن نے اسلام فریضتی کے نام سے ایک انجمن بنائی اور اسی نام سے انگریزی اور جاپانی زبانوں میں رسالہ نکالا۔ جس کے مدیر پروفیسر صاحب تھے۔ ترکی کی طرح جاپان سے بھی بھرپور مدد کی توقع تھی کیونکہ جاپان برطانیہ کا سخت مقابل تھا۔ اسی مخالفت کی بناء پر اس نے دوسری جنگ فلسطین میں برطانیہ پر حملہ کیا تھا۔ مشن کو یہاں کامیابی سے ہمکنار ہوتا دیکھ کر ۱۹۱۰ء میں پروفیسر برکت اللہ کو چوبدری رحمت علی کی مدد کے لیے فرانس جانے کا حکم ملا۔ جہاں چوبدری صاحب کی سرکردگی میں تیسرا مشن کام کر رہا تھا۔ پروفیسر صاحب نے ملازمت چھوڑ دی، اخبار بند کر دیا اور ساتھی کو لے کر فرانس کی طرف روان ہو گئے۔

فرانس کے مشن میں چوبدری رحمت علی کے ساتھ دو آدمی تھے، ان میں ایک گرججیویٹ رام چندر نہایت قابل نوجوان تھا۔ پروفیسر برکت اللہ نے انگریزی زبان میں ایک اخبار "انقلاب" جاری کیا اور تنہی سے کام کرنے لگے۔ یہ اخبار مشن کی تکمیل کر دے غدر پارٹی کا ترجمان تھا۔ روٹ کمیٹی کی رپورٹ میں اخبار کا نام بھی غدار لکھا گیا ہے جو کہ خلط ہے۔ فرانس میں چھ سال تک کام ہوتا رہا۔ عوامی سٹیل پر "غدر پارٹی" کی بہت حوصلہ افزائی کی گئی۔ اخلاقی مدد کے بھی روشن امکانات تھے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی امید نہیں تھی۔ جو کچھ حاصل ہوا اسی پر اکتفا کر کے پروفیسر برکت اللہ اور چوبدری رحمت علی کو امریکہ جانے کا حکم ملا۔

امریکہ میں لاال ہر دیاں کی سربراہی میں چھ آدمیوں پر مشتمل مشن کام کر رہا تھا۔ پروفیسر صاحب اور چوبدری صاحب کی ثنویت سے تعداد آنکھ ہو گئی۔ یہاں بھی "غدر پارٹی" کام کر رہی تھی۔ ان دونوں حضرات کے آنے کے بعد پروفیسر صاحب کی ادارت میں "غدر" نام سے ایک اخبار نکالا گیا۔ دراصل واشنگٹن کے اسی اخبار کا مخالف روٹ کمیٹی کو ہوا تھا۔ چوبدری رحمت علی کی سکونت تو پیرس میں تھی لیکن وہ واشنگٹن آتے جاتے رہتے تھے اور دہاں کچھ زمین بھی خرید لی تھی۔ انہوں نے اسے بچ کر ایک ہوٹل کھول لیا۔ اس کے ایک کمرے میں پارٹی کا اور دوسرے

کمرے میں اخبار کا دفتہ قائم کیا گیا۔ ہوٹل کی آمدی سے اخراجات پورے ہوتے رہے اور یہ پہلے ہر دیال اور چوبہ دری صاحب کی گمراہی میں چلتا رہا اس کے علاوہ پارٹی والوں نے رنگوں کا کار و بار شروع کر رکھا تھا۔ اس میں سے آمدی بھی تھی اور دہلی میں مرکز سے رابطہ بھی تامکر تھا۔ دہلی کے چار مسلمان اور تین ہندو پٹوار کے دو مسلمان ایک بندوں لاہور کے دو مسلمان اور پانچ ہندو، بھی ۵ ایک مسلمان اور چار بندوں کلکتہ کے چار ہندو اور ایک مسلمان ڈھا کے دو ہندو ایک مسلمان اور کراچی کا ایک بندوں ان ہو گوں سے۔ مغلوں کے تھے اور کار و بار کی آڑ میں مرکز کی روپریشیں بھی تھیں اور بدایات حاصل کی جاتی تھیں۔ ہندوستان میں تحریک کے ناکام ہونے کی خبر طی تو ہوٹل فروخت کر دیا گیا اور اخبار بھی بند کر دیا گیا۔ مشن کے اراکین ہیرس چلے گئے وہاں سے جنہوں اور برلن ہوتے ہوئے افغانستان پہنچے اور وطن آگئے۔

انقلابیوں کا چوتھا منصوبہ جنگی نشوتوں کی تیاری تھا۔ اس منصوبے کو تین شکلیں دی گئیں۔ پہلی شکل تھی یہ ورنی جملے کے لیے راستوں اور مجاہزوں کی تفصیلی نشاندہی کرنا۔ جملہ آور فوج کے لیے رسدر سانی اور اس کے اپنے ہیڈ کوارٹر سے رابطے اور انقلابی رضا کاروں سے رابطے کے لیے پیغام رسانی کا انتظام کرنا اور جملہ آور فوج کی نقل و حرکت کے لیے سہولت فراہم کرنا۔ دوسرا شکل تھی کہی آئی ڈی کے آدمیوں سے تعاون حاصل کیا جائے اور اس سمجھتے میں اپنے آدمی داعل کے جائیں تاکہ حکومت کی پالیسیوں اور اداروں کی خبر طبق رہے۔ تیسرا شکل تھی فوج میں اپنے ہم خیال بنانا اور انقلابی کارکنوں کو فوج میں بھرتی کرانا تاکہ جب حملہ ہو تو دشمن کو سبودھاڑ کیا جاسکے۔

پہلا کام مولا نا عبید اللہ سندھی کو سوپا گیا اور بھی کے شیخ محمد ابراہیم ایم اے کوان کا مد دگار بنایا گیا۔ مولا نا نے شہل مفری سرحد کے کنی دورے کیے۔ جغرافیائی پوزیشن کا بغور نظر معاشر کیا۔ فون حرب سے آگاہی کے لیے انگریزی، جرمنی، ترکی، فرانسیسی اور عربی زبانوں کی کتابیں مغلوں کراں کا مطالعہ کیا۔ قدر ایم اور جدید طریقوں کو پر کھا اور متواتر سات سال تک کام کرنے کے بعد جنگ اور اس کے مجاہزوں کا ایک فقید الشال نقش تیار کیا۔ ان کے مطالعے سے بعد میں ترکی، جرمنی اور افغان فوجی افسروں نے بھی استفادہ کیا۔ مولا نا کے تربیت یافت نوجوانوں نے والئی افغانستان امیر الامان اللہ اور انگریزوں کے مابین جنگ میں افغان فوج کی ناقابل فراموش رہنمائی کی۔ دوسرے کام کی سربراہی ڈاکٹر انصاری نے انجام دی۔ بہت سے ہندو اور مسلم نوجوانوں کی آئی ڈی میں حصے گئے اور حکومت کے راز قائدین تحریک تک پہنچاتے رہے۔ تحریک کی ناکامی کے بعد کمی نوجوان پکڑے گئے اور چھانسی پر لٹکائے گئے۔ تیسرا شکل کے تحت منتخب نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرایا گیا۔ انہوں نے جب الوطن فوجیوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔ بعض کپڑے بھی گئے اور کچھ لوگ تحریک کی ناکامی کے بعد بھی رہے اور پہلی جنگ عظیم کے بعد فوج سے نکل گئے۔ بعض ایسے بھی جو مستقل طور پر فوج میں رہے اور دوسرا جنگ عظیم میں دوسرے افراد کو اپنے ساتھ ملا کر آزاد ہند فوج

کے روپ میں سامنے آئے۔

پانچویں منصوبے کے تحت انقلاب کے بعد قائم ہونے والی عبوری حکومت کا خاکہ یہ بنایا گیا کہ ایک ہندو اور ایک مسلمان پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیارات کی کونسل ہوگی۔ مسلمان رکن کے لیے شیخ البند مولا نا محمد حسن کا نام تھا۔ ہندو رکن کا نام تام تھیں طلب ہے۔ کونسل کے تحت صدر ذوزیر اعظم، وزیر مملکت اور ان کے ماتحت کا بینہ ہوگی۔ ان عہدے سے داروں کے لیے بجوزہ افراد اعلیٰ الترتیب راجہ ہندوستان پرستاً پروفیسر برکت اللہ اور مولا نا عبد اللہ سندھی تھے۔ انہی لوگوں نے کا بینہ بناتا تھی۔ فوج کے کمانڈر اپنی ٹیفی کی حیثیت سے حضرت شیخ البند کا نام تھا جرنیلوں کی تعداد بارہ رکھی گئی تھی۔ چھٹا منصوبہ بغاوت کے خفیہ مرکز کے قیام کا تھا۔ ہیڈ کوارٹر ڈیلی میں بنایا گیا۔ اس میں شیخ البند مولا نا محمد علی مولا نا شوکت علی، مولا نا ابوالکلام آزاد مولا نا عبد اللہ سندھی، ڈاکٹر انصاری، گاندھی جی، پنڈت موہن لال شہر والا، لاجپت رائے اور بابو راجندر پر شاد وغیرہ صفوں اول کے لوگ تھے۔ ہیڈ کوارٹر کے تحت آنحضرت شاخصیں پانچی پت (یونی کے اضلاع) لاہور (چناب)، رامنیر (جمیں)، گجرات کا نحیاواز (مباراشر)، کراچی (فلات)، لسیلہ وغیرہ امتحان زیٰ (شمالی سرحد) دین پور (بہاول پور) اور ترینگ کری (آزاد قبائل)، امرود (سندھ) میں کام کرتی تھیں۔ ان شاخوں کے امیر اعلیٰ الترتیب مولا نا احمد اللہ مولا نا محمد احمد مولا نا محمد ابراء یکم مولا نا محمد صادق، خان عبد الغفار خان، مولا نا غلام محمد، مولا نا فضل واحد اور مولا نا حاج محمود تھے۔ مرکز میں ہندو ارکین کی موجودگی کے باوجود کسی شاخص کا سربراہ ہندو شخص تھا۔ بعض ذرائع کے مطابق بنگال میں بھی شخصیں تھیں۔ بنگال میں مولا نا ریاض احمد اور شمال مغربی سرحد میں تین علماء کی مشترک کمائن تھی۔ کہا جاتا ہے کہ چند سال بعد جب آزاد قبائل اور انگریزوں کی خوزیر جھیڑیں ہوئیں اور انگریز فوج کوے دریے ہریمیت انھائی بیڑی تو یہی کام کا کارنا مہ تھا۔

ساتویں منصوبے یعنی پیر ون ملک امدادی مرکز کے قیام کی سمت میں ہینڈ کوارٹر کابل میں تھا۔ یہاں کے سربراہ مہمندر پر تاب تھے۔ بعد میں مولانا سندھی ان سے جا طے اور دونوں نے مل کر کام کیا۔ اس ہینڈ کوارٹر کی شناختیں مددیہ منورہ، برلن، استنبول، انقرہ اور قسطنطینیہ میں تھیں۔ برلن میں لاہر ہر دیال نے نمایاں کام کیا۔ ان کی کوشش سے جرمی اور ترکی کا پیکٹ ہوا اور جرمی ہندوستان کو آزاد کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ کابل کے ہینڈ کوارٹر نے فقید الشال کارناں انجام دیا۔ امیر حبیب اللہ اور اس کے لڑکے عنایت اللہ کے دو غلے پن (جو بعد میں ندرا ری پر فتح ہوا) کے باوجود تحریک کے آدمیوں کو افغانستان کی سیاست میں اتنا عمل دخل حاصل ہو گیا کہ تحریک کی ناکامی کے بعد قائدین کے دوست اور ہمدرد افسروں نے امیر حبیب اللہ خان کو قتل کروا کر اس کے بیٹے خان امان اللہ کو تخت پر بخایا جنہیوں نے شروع سے تحریک کی اخلاقی اور مالی مدد کی تھی۔ انہوں نے تخت پر بیٹھتے ہی تحریک کے نظر بند قائدین کو رہا کر کے اپنا مشیر بنالیا۔ قائدین تحریک ہی کے مشورے سے امان اللہ خان نے انگریزوں سے دودو ما تھے کے اور اس ۲۳ اگسٹ

۱۹۱۹ء کو افغانستان کو مکمل آزاد کروالی۔ مولا نا سندھی افغانستان میں چوری چھپے داخل ہوئے تھے تو فوج کے پس سالار ہادر شاہ نے قدح را میں ان کا پر جوش خیر مقدم کیا۔ جب قائدین تحریک کے ایماء پر انگریزوں نے لڑنے کے بارے میں رائے معلوم کرنے کے لیے جرگہ بڈایا گیا تو جیب اللہ خان کے سواب لوگوں نے لڑائی کے حق میں رائے دی۔ ان میں امان اللہ خان اور عنایت اللہ خان اور ان کا بھائی نصر اللہ خان پیش پیش تھے۔

آنہوں مقصوبے یہ تھا کہ برطانیہ اور ترکی کی آؤریش میں (وستق تر مقصود یہ تھا کہ ترکی کے ہندوستان پر حملے کے لیے) بعض ملکوں مثلاً روس، جرمی، فرانس اور امریکہ کو ترکی کی حمایت پر آمادہ کیا جائے۔ اس ضمن میں کراچی میں اکابرین تحریک کی ایک مجلس مشاورت ہوئی۔ مولا نا محمد علی کا خیال تھا کہ امریکہ ترکی کا ساتھ دے گا کیونکہ وہ خود بھی برطانیہ کا غلام رہ چکا ہے۔ مولا نا ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ امریکہ غیر جا تبدار رہے گا لیکن شیخ البند کا موقف تھا کہ امریکہ برطانیہ کی کھلے بندوں مدد کرے گا۔ چنانچہ یہی ہوا تھم امریکہ اور فرانس کے انصاف پسند لوگوں نے برطانیہ کے خلاف احتجاج کی اور تحریک کا مشن کی حد تک کامیاب رہا۔

روس میں بھی تحریک کا مشن حکومت کی سطح پر ناکام رہا۔ زار نے مشن کے قائدین ڈائیکٹر مرزہ الحمد علی اور ستر انگلی کی گرفتاری کا حکم دیا لیکن تاشقند کے گورنر نے جو تحریک کے کارکنوں بن گئے تھے انہیں گرفتاری سے بچایا۔ اس مشن کا مذکورہ روس کے انتقامیوں نے اپنے ایک پیغامت میں بھی کیا تھا اور اسے موثر قرار دیا تھا۔ عوامی سطح پر مشن اپنے مقصد میں کامیاب رہا اور روس برطانیہ دوستی خطرے میں پر گئی جس کے لیے لارڈ پکھر خود روس پہنچا۔ البتہ ایک دوسری مشن جو روس کے راستے جاپاں جا رہا تھا زار کے پیغام تھے چڑھ گیا۔ بد قسمتی سے ستر انگلی جو اس مشن میں شامل تھے اپنے ساتھی عبد القادر سیوط انگریزوں کے حوالے کر دیے گئے۔ انگریزوں نے ستر انگلی کو بچانی دے دی اور عبد القادر کو بھی قید کی سزا دی۔

ہر دوں ملک تحریک کو صرف جرمی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ رجبہ مہمند رپرتاپ نے وہاں تین سال رہ کر یہ کارنامہ انجام دیا۔ پروفیسر برکت اللہ اور لالہ ہر دیال نے بھی ان کی اعانت کی۔ اس سلسلہ میں جرمی کے کیپشن ہمیشہ نے بڑی مدد کی وہ محاذ کے معاملے کے لیے کامیابی کی۔ یہ کوششیں پار آور ہوئیں اور جرمی ترکی کی مدد کرنے اور ہندوستان کو آزاد کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مطمئن ہو کر رجبہ مہمند رپرتاپ کامل طے گئے جہاں مولا نا سندھی بھی پیش گئے۔

تویں مقصوبے میں حملے کے لیے راستوں کا تعمین کرنا تھا۔ ایران برطانیہ کا حلیف اور ترکی کا دشمن تھا۔ اس لیے دو راستہ ترک کرنا پڑا اور سارا راست افغانستان تھا۔ امان اللہ خان اور رسول اور نویجی افسروں اور قائل کے اٹل فیضی سے ذکر کر جیب اللہ خان راست دینے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن انگریزوں کا حق ادا کرنے کے لیے تجویز پیش کی کہ ترکی فوج

بعض مخصوص دروں سے لُزِرے ہم انگریزوں سے کہہ دیں گے کہ وہاں کے قبائلی باغی ہو گئے ہیں اور ہم مجھوں ہیں اس کے علاوہ سرکاری فوج جنگ میں حصتے لے البتہ رعایا رضا کاران طور پر حصتے لے سکتی ہے۔ دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ فریقین میں جس کا پلہ بھاری دیکھوں گا۔ اس کے ساتھ ہو جاؤں گا۔

امان اللہ خان اور نصر اللہ خان نے قائدِ تنخیر یک کو سمجھایا کہ اسی پر اتفاق کر لیں جب تک کی فوج ملک میں داخل ہو جائے گی تو ہم اپنے بنا پ کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیں گے ورنہ اسے راستے سے ہٹا دیں گے۔ حملہ کے لیے چار بھاڑ بنائے گئے۔ ہر بھاڑ پر ایک انتقامی کو گران مقرر کیا گیا۔ مولا نا محمد صادق کی گجراتی میں طلاق اور عکران کے قبائل کا ترک فوج کی قیادت میں کراچی پر حملہ حافظ مولا ناتا تاج محمود سنگھی کی گجراتی میں ترک فوج کی سربراہی میں غزنی اور قندھار کے قبائل کا کونہ پر حملہ درہ خیبر کے راستے پر اور پر گھنڈ اور سحود قبائل کا ترک فوج کی قیادت میں حملہ گران حاجی صاحب ترک زئی تھے اور گیہڑا رہ کے محاذ پر ترک کی فوج کا کوہستانی قبائل کو لے کر حملہ گجراتی مولا نا محمد اسحاق مانسکروی کی تھی۔

دوسری منصوبے کا مقصد حملے اور بغاوت کی ایک تاریخ مقرر کرنا تھا۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۳ء تک تو منصوبوں کو کامیابی سے عملی جام سپہنایا گیا اور دوسویں پر عمل باقی تھا کہ جنگ عظیم چھڑ گئی۔ انتقامیوں کے لیے شہری موقع تھا فوراً ڈیجند میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہبہ دینی حملہ اور اندر دینی بغاوت ۱۹ فروری ۱۹۱۳ء کو ہو جائے۔ شوری نے اس کی اطلاع تمام شاخوں کو دے دی اور کہا کہ بغاوت کے لیے تیار ہیں لیکن حملے کی تاریخ کے حقیقی فیصلے کے لیے دوسری اطلاع کا انتشار کریں۔ شیخ البند کو ایک ویثقت لکھ کر دیا گیا جس پر مجلس شوری کے اراکین نے دستخط کیے۔ طے کیا گیا کہ شیخ البند غازی انور پاشا سے بالشافعی کی مجوزہ تاریخ کی منظوری لیں اور تنخیر یک اور حکومت کے مابین نیز حکومت ترکی اور حکومت افغانستان کے درمیان تنخیر یہی معاهدہ کرائیں۔ اس دوسرے معاهدہ کے سلسلہ میں انہیں انور پاشا کی تنخیری لے کر افغانستان جانا تھا اور اس پر جبیب اللہ خان سے دستخط لے کر واپس انور پاشا کو پہنچا ہے تھا۔

شیخ البند نے اپنی جائیداد شرعی قانون و راثت کے مطابق تقسیم کر دی اور حج کا ارادہ ظاہر کر کے روشن ہو گئے۔ حکومت نے انہیں دہلی میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے معتقدین کا ہجوم دیکھ کر بھی میں گرفتار کرنے کی خواہی۔ ڈاکٹر انصاری نے خفیہ پالیس میں اپنے آدمیوں کی مدد سے اس تارکو ہوم سکرٹری کے دفتر میں روکا دیا جو اس مقام سے گورنر جنرل کی طرف سے بھی کے گورنر کو بھیجا جا رہا تھا۔ یہ تاریخ وقت ملا جب آپ جہاز میں سوار ہو چکے تھے۔ چنانچہ عدن کے گورنر کو روشن کر دیا گیا لیکن وہاں بھی انتقامیوں نے بر و قت پہنچنے شروع کیا اور آپ پہنچنے والے عافیت کے معظز ہوئے گئے۔ اس وقت حجاز ترکی کے زیر حکومت تھا۔ وہاں کے گورنر غالب پاشا جو انور پاشا کی جنگی کمیٹی کے

سیکھی بھی تھے انتقامی تحریک کے ہمواتھے۔ شیخ البند نے ان سے دو تحریریں لیں۔ ایک میں جہاد کی ترغیب تھی اسے چھپوا کر ہندوستان اور افغانستان کے نام تھی کہ شیخ البند جو کچھ بھی کہیں اسے ہماری تائید حاصل ہے۔ اگر بیرون نے اس پہلی تحریک کو غالب نام کہا اور اس کی بنابر بعد میں غالب پاشا کو گرفتار کر کے جلی قیدی رکھا۔ انہوں نے بھی اپنی اس تحریر کا اقرار کیا، دوسری کا نام تک نہ لیا۔

شیخ البند نے " غالب نامہ" مولانا محمد میان کے حوالے کیا کہ اسے ہندوستان اور افغانستان لے جائیں۔ وہ ہندوستان پہنچ تو سی آئی ذی یکجھے گئی۔ چنانچہ افغانستان چلے گئے اور اس کی اشاعت کی۔ اسی اثنائیں ریشمی رومن کے پکرے جانے کے بعد افغانستان پہنچی۔ البتہ اس سے افسروں اور قبائلی سرداروں میں نیا عزم پیدا ہوا اور امام اللہ خان انقلاب لانے میں کامیاب ہوئے۔

شیخ البند اور انور پاشا کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی جمال پاشا ان کے ساتھ تھے۔ انور پاشا نے پہلے ان سے تحریر کر دو دو نوں معابدے لے لیے اور واپس چلے گئے۔ ایک ماہ بعد یہ معابدے شیخ البند کو مدینہ منورہ کے گورنر نے بلا کر دیے۔ ان پر انور پاشا کے دستخط ثابت تھے اور حملے اور بغاوت کی منظوری بھی تھی۔ دونوں معابدوں کا مجبوئی نام "انور نامہ" رکھا گیا۔ شیخ البند نے تحریر اور حکومت ترکی کے معابدے کو اپنے پاس رکھ لیا اور افغانستان ترکی معاہدہ مولانا ہادی حسن کو دے کر انہیں بھیج دیا کہ اسے افغانستان پہنچا دیا جائے۔ اس دستاویز کو بھجوانے میں شیخ البند نے غیر معمولی حسن تدبیر سے کام لیا۔ خاص طور پر سے لکڑی کا ایک صندوق بنوایا۔ اس کے ختوں کے درمیان اس طرح چھپایا کہ نظر نہ آتا تھا۔ ساتھ ہی بھی کے ایک رکن کو پیغام بھجوایا کہ وہ عرش جہاز پر ہی مولانا ہادی حسن سے صندوق لے لیں اور اسے فلاں پتے پر پارسل کر دیں۔ جوں ہی جہاز بھی کی بند رکھا پر لٹکر انداز ہوا۔ وہ رکن عرش جہاز پر گئے اور اسے قلیوں سے اٹھوا کر باہر لے گئے۔ اسی وقت اسے مظفر گر میں حاجی محمد نبی کے پتے پر پارسل کر دیا۔ سی آئی ڈی نے مولانا ہادی حسن کی حاشی لی اور انہیں مشتبہ قرار دے کر نئی ہال بھجوادی جہاں انہیں حالات میں بند کر دیا گیا۔

حاجی محمد نبی کو شیخ البند نے ساری بات کبلوا بھیجی تھی۔ انہوں نے معابدے کو اپنے پاس رکھا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا ہادی حسن ربا ہو کر آئے۔ انہوں نے حلیہ بدیں کر اپنا نام ظفر احمد رکھا اور معابدے کو افغانستان پہنچا دیا۔ جیب اللہ خان نے اپنے دونوں بیٹوں امام اللہ خان اور نصر اللہ خان اور رسول فوجی افسروں اور قبائلی سرداروں کو آتش زیپا دیکھا تو طوعاً و کرھا اس کی منظوری دے دی۔ مولانا عبید اللہ صندھی اور نصرت اللہ خان نے ایک ماہ کارگر سے معابدے کی ساری عمارت جو عربی زبان میں تھی ایک ریشمی رومن پر کڑھوائی اس میں جیب اللہ خان اور اس کے تینوں بیٹوں کے دستخط بھی آگئے۔ رومن کا رنگ زرد تھا۔ اس کی لمبائی چوڑائی ایک مریع گز تھی۔ اس پر زرد رنگ سے

چاروں کے دستخط دوبارہ کروالیے گئے۔ اس کے بعد رومال کو پشاور بھجوایا گیا۔ یہ فرض شیخ عبدالحق نے انجام دیا جو بنا رس کے نو مسلم گرجویت تھے اور افغانستان بندوستان کے درمیان کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اسی تجارت کی آزادی پیغام رسائی کرتے تھے۔ انہوں نے اسی قسم کے پانچ رومال لیے اور راشی رومال کو ان میں ملا دیا۔ پروگرام یعنی کردومال حیدر آباد میں شیخ عبدالرحیم کو پہنچایا جائے گا جو اسے لے کر جو کو جائیں گے اور شیخ البند کے حوالے کریں گے۔ موصوف اسے انور پاشا کو لے جا کر دیں گے اور پروگرام کے مطابق ترکی افغانستان کے راستے ۱۹۴۸ فروردین کو بندوستان پر حملہ کر دے گا۔

شیخ عبدالحق نے یہ امانت پشاور میں حق نواز خان کورٹ نو بجے پہنچائی انہوں نے صحیح چار بجے اسے ایک خاص آدمی کے ہاتھ بھاول پور کے مقام دین پور میں سجادہ نشین خواجہ غلام محمد کو بھجوادیا۔ نماز صحیح سے پہلے فوج نے حق نواز کے گھر پر چھاپا مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ ان کی رہائی ایک ماہ بعد ہوئی۔ خواجہ غلام محمد کو رومال اگلے دن دس بجے صحیح ملا۔ انہوں نے اسی وقت اسے ایک آدمی کے ہاتھ حیدر آباد چلتا کیا۔ ان کے گھر پر بھی فوج نے شام کے چار بجے چھاپ مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ چار ماہ تک قید رہے۔ راشی رومال دوسرے دن دوپہر کو حیدر آباد میں شیخ عبدالرحیم کو ملا اور مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ اس وقت جب وہ اسے گذڑی میں رہے تھے فوج کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس دستاویز کے ہاتھ آجائے سے انگریزوں کو محابدہ میں اور حکومت ترکی کے تفصیلی عزم کا ثبوت مل گیا۔ انہوں نے داخلی طور پر یہ فوری قدم اٹھایا کہ ہر اس مقام پر فوج بھیج دی جہاں بغاوت کا خطرہ تھا اور شمال مغربی سرحد پر فوج دھنی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ملک بھر میں انقلابیوں کی پکڑ و حکڑ شروع ہو گئی۔ جس شخص پر ذرا سا شہر گزار اسے گرفتار کر لیا، گرفتار شدگان پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ دو چار کے سواب ہی ثابت قدم رہے تاہم تحریک دفن ہو گئی۔

خاص طور پر سب سے پہلے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کرو دیا اور ترکی کی ہر سرحد پر محااذکھوں دیے۔ ایران میں فوج داخل کر کے ترکی اور افغانستان کے درمیان حد بندی کر دی۔ سب سے بڑا انتقام یہ لیا کہ شریف مکہ کو آلا کار بنا کر اس سے ترکی کے خلاف بغاوت کرادی۔ اس کے علاوہ عرب اور بندوستان کے زرخیز ایجنٹوں سے ترکوں کے خلاف فتوے دلوائے۔ جنگ ختم ہو چکی تو انگریزوں کو موقع عمل گیا تھا کہ افغانستان کو دبا دیں لیکن تحریک کے جو کارکن وہاں گرفتاری سے فجور ہے تھے انہوں نے قبائلیوں کی بڑی رہنمائی کی۔ حاجی ترجمہ زمی نے قبائلیوں کو جمع کر کے تین سال تک انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ قلات اور سبیل کے قبائل نے دو سال تک مقابلہ کیا۔ امان اللہ خان نے کوہاٹ تک قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن انگریزوں سے صلح ہو گئی اور افغانستان کی مکمل آزادی اور خود مختاری تسلیم کر لی گئی۔ شیخ البند کو مکہ معظمہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر مصر کی قوی عدالت میں مقدمہ چلا یا اور پھر جنگی قیدی بنایا کر مانا تھا بھیج دیا۔ جنگ ختم ہوئی تو بندوستان آئے کچھ عرصہ خلافت تحریک میں کام کیا اور رحلت فرمائی۔

اس ضمن میں ریشمی رومال پہندا کیے گیا؟ کچھ مصدق اور کچھ غیر مصدق شدہ باتیں ہیں۔ مولا نا عبید اللہ سندھی کا خیال تھا کہ پشاور کے نواز خان نے مجرمی کی لیکن مولا نا حسین احمدی کو اس سے اختلاف تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ جیب اللہ خان اور اس کا لڑکا عنایت اللہ خان مجاهدوں کے ہر منصوبے کی انگریزوں کو باقاعدہ رپورٹ پہنچاتے تھے۔ ان لوگوں کی خدار فطرت کے سبب یہ بات خارج از امکان نہیں ہے۔ خداری کے سلسلے میں تحریک کے اکثر ارکان متفق ہیں کہ انگریزوں کے جاسوس مجاہدین کے روپ میں تحریک میں محسوس گئے تھے اور کچھ لوگوں نے جان بچانے کے لیے بھی راز اگل دیے۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نام
کر باس ہرچہ کرد آں آشنا کرد

وفیات

☆ ملک کے بزرگ علم دین اور نامور مفتی حضرت مفتی عبدالکوہر ترمذی گزشتہ روز ساہیوال ضلع سرگودھا میں اسی برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اناندو انا الیہ راجعون۔ ان کا شمار بر صیریک سلسلہ کے بزرگ علماء مشائخ میں ہوتا تھا اور انہوں نے ساری زندگی درس و تدریس اور اصلاح و اقتا کی علمی و دینی مصروفیات میں بس رکی۔

☆ سپاہ صحابہ پاکستان کی پریم کونسل کے چیئرمین اور نامور خطیب حضرت مولا نا محمد ضیاء القائمی گزشتہ روز فیصل آباد میں طویل علاالت کے بعد ۲۳ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اناندو انا الیہ راجعون۔ انہوں نے تحریک فتح بوت تحریک تحفظ ناموس صحابہ کرام، تحریک نفاذ شریعت اور دیگر دینی تحریکیات میں سرگرم کردار ادا کیا اور تمام عمر توحید و سنت کے پرچار میں سرگرم رہے۔

☆ نوبتیک عکھ کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولا نا سلمان عبادی گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ اناندو انا الیہ راجعون۔ وہ مشترکہ دینی مقاصد کے لیے بیمیش سرگرم غسل رجھتے تھے۔

☆ علی پور چھٹے ضلع گوجرانوالہ کے بزرگ علم دین حضرت مولا نا محمد اسحاق کھنات گزشتہ روز انتقال کر گئے۔ اناندو انا الیہ راجعون۔ وہ ایک بے باک اور حق گو علم دین تھے جنہوں نے مختلف دینی تحریکیات میں حصہ لیا اور قید و بندی صفویتیں بھی برداشت کیں اور ساری زندگی دینی خدمات میں مصروف رہے۔

☆ مولا نا زاہد المرشدی کے ناموں زاد بھائی جناب محمد یونس گزشتہ دنوں پاپور ترسری گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔ اناندو انا الیہ راجعون

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحومین کو جوار رحمت میں جگد دیں اور پساندگان کو صبر جیل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین بالال العالمین

غیر ملکی قرضوں کا جال اور پاکستان کی آزادی

عالیٰ سودخوروں نے قرضے کا قطرہ ایک بار پھر ہمارے خلگ منہ میں پکا دیا۔ ۱۹ میں ڈالر کی حریق رقم ہماری آزادی، معاشرت اور مستقبل کی قیمت تھی تھی اُنیٰ ہے۔ ایک بار پھر ہماری تمام اقتصادی معاشری اور سیاسی پالیسی پر آئی ایف اور دوسرا سے عالیٰ اداروں کے ذریعے امریکہ کو تسلط کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے بعد آزادی کے حصول کے جو امکانات روشن ہو گئے تھے ختم ہو کر رہ گئے ہیں چنانچہ سابق وزیرِ اعظم میاں نواز شریف کو جس طرح یہ ورنی قوتوں کے حکم پر قانون و آئین کے منافی بیل سے نکال کر سعودی عرب پہنچایا گیا اس سے ثابت ہو گیا کہ پاکستان کی حکومت اور عوام اپنی مرضی اور اپنے آئین کے بجائے امریکہ کی مرضی اور حکم کے پابند ہیں۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ ہم قرضوں کے جال میں بڑی طرح پھنس چکے ہیں۔

غیر ملکی قرضوں کا منہ بہت پراتا ہے ایوب خان کے زمانہ میں بھی ہم مقرضوں تھے لیکن جب ہر پاکستانی صرف سامنہ روپے کا مقرض تھا۔ آج ہمارا ہر شہری یہاں تک کہ نوزاںیدہ پچھلی ۲۵۰۰۰ روپے کا مقرض ہے۔ موجودہ ۳۷ میں ڈالر (۲۲ کھرب پاکستانی روپے) کا غیر ملکی قرض اگر عوام کو ادا کرنا پڑے تو ہر خاندان پر دولاٹھ روپے سے زائد کا بوجھ پڑے گا جس میں صدر مملکت سے لے کر ایک غریب مزدور اور ہماری سب ہی شامل ہون گے۔ قیام پاکستان کے وقت ایک ڈالر ہمارے ایک روپے کے برابر تھا جو ایوب دور میں بڑھ کر نوروپے کا ہو گیا اور آج سامنہ روپے تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہمیں اس سال پائچہ ارب ڈالر (تین سوارب روپے) ادا کرنے ہوں گے جب کہ ہماری جمیعی برآمدات کا جنم بے پناہ کوششوں کے باوجود آنحضرت ارب ڈالر سے زیادہ نہیں ہو سکا۔ دوسری طرف پرمن کوٹش کے باوجود یہ سوں ڈالر میں ایک سوارب روپے سے زیادہ اضافے کی امید نہیں۔ ماضی کے تجہ پر منہ معمولی حالات اور مستقبل کے امکانات کو نکاہ میں رسمیں تو اس بات کا دور دو رجک امکان ظفر نہیں آتا کہ پاکستان یہ قرضے ادا کر سکتا ہے۔ ہمارے موجودہ حکمران اب تک دعوے کر رہے ہیں کہ ہم یہ قرضے ادا کریں گے لیکن عملی صورت یہ ہے کہ یہ بھی پرانے قرضے ادا کرنے کے بجائے نئے قرضے لے رہے ہیں۔ ہم اپنے بل بوتے پر انحصار کا بچایا ہو اغلامی کا یہ جال توڑ سکتے ہیں لیکن اس کام کے لیے جس درودیں صفت اور بے لوث قیادت کی ضرورت

بے ہم اس سے محروم ہیں۔ ہمیں وہ لینڈ رشپ میسر نہیں جس کی آواز پر ساری قوم بیک کئے اور شعب ابی طالب میں محسوس ہونے کا آپشن قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ لبذا امور جو وہ صورت حال سے تناظر میں دوہی آپشن رو جاتے ہیں۔ پہلا آپشن یہ ہے کہ ہم آئی ایف اور امریکہ کے سامنے کامل سرمندر کی راہ اپنائیں۔ اسکی صلاحیت ختم کرنے پر رضا مند ہو جائیں۔ اپنی خارجہ پالیسی امریکہ کے تابع کر لیں، کشیر سے دسمبردار ہو جائیں اور جہاد کشمیر ختم کرنے میں امریکہ اور بھارت کا با تھہ بنا نہیں۔ لیکن یہ سب چھے کر کے ہماری اقتصادی حالت بہتر ہو سکے گی یا قرضے معاف کر دیے جائیں گے اس بات کی کوئی ضمانت نہیں اور یہ راستہ اختیار کرنے کا صاف ساف مطلب یہ ہے کہ ہم ہے حقیقی۔ نظر یہ اور آزادی سے محروم ہونا قبول کر لیں۔

دوسرा راستہ یہ ہے کہ ہم قرضے ادا نہ رکھتے انکار مردیں جب تک ادا مرے میں مدد و مددیت پیدا نہیں ہوں۔

ہمارے پاس انکار کی معقول و جوہ ہیں۔

۱۔ یہاں قابل تردید ہیقیقت ہے کہ یہ Odious Loans ظالمانہ اور خلیط قرضے یعنی وقت ہے۔ ان حکومتوں نے قوم سے نہیں پوچھا۔ چاہے وہ مارشل لاکی غیر جمہوری حکومتیں ہوں یا عوام سے دواؤں سے منتخب ہونے والی جمہوری حکومتیں، عوام سے کسی نے پوچھنے کی تکلیف کووارا نہیں کی۔ لبذا ان جرمی قرضوں کی ادائیگی کا بوجھ غریب عوام پر ڈالنا آئین، قانون اور اخلاق کے کسی قرینے سے جائز نہیں۔

۲۔ ان کی دیہی وہ دانستہ غلط پلانٹ mis management قرضے دینے والے ملکوں اور اداروں نے کی۔ اس دانستہ پلانٹ کا نتیجہ یہ تکا کہ اتنے بھاری قرضوں سے ملک اور قوم کو فائدہ نہ پہنچا سوائے ایک دور کے جب تریلیا اور ملکا وغیرہ تعمیر ہوئے۔ گزشتہ بارہ سال کے دوران ۲۳ ارب ڈالر کے قرضے لیے گئے۔ ان سے پاکستان کو کیا حاصل ہوا۔ سوائے موڑوے کے جوان قرضوں میں شامل نہیں۔ کوئی چھوٹا بیک بھی غیر معینہ یا باقص منصوبے کے لیے قرض نہیں دیتا تو آئی ایم ایف اور عالمی بینک نے قرضے کیوں دیے۔ دراصل یہ رقم قرض دینے والوں کے ایسا پرلوٹ میں گئی اور لوٹ مار کابای مال ان ہی ملکوں میں چلا کیا جہاں سے آیا تھا۔ اب لوٹ کے مال کے پیچھے لوٹنے والے بھی دباں جا پہنچے ہیں لبذا قانون، اخلاق اور عقل و منطق کے کسی اصول کے تحت پاکستان کے عوام پر یہ بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ جو انتظامی کی ذمہ داری سے قرض دینے والے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

قرض دینے والے بیک اور ملک دیکھ رہے تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ قرضے قوم کے بجائے چند افراد کے مقادرات پر خرچ ہو رہے ہیں۔ ان عالمی اداروں کو معلوم تھا کہ ان قرضوں کا شرعاً عوام کو نہیں ملے گا لیکن چونکہ قرض لینے والے ان کے سیاسی اور معاشری ایجنڈے پر عمل ہیجرا تھے اس لیے وہ کسی اصول اور

ضابطے کے بغیر ہماری رقوم جاری کرتے رہے مترقبہ ملکوں میں ان قرضوں کی مد سے ممن پسند حکومتیں بھی لاتے رہے اور ان قرضوں کے عوض اسی اقتصادی پالیسیاں بناتے اور چلاتے رہے جن سے غریب غریب تر اور امیر تر ہو۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ عوام کے نام پر لیا قرضہ چند افراد کے ہاتک اکاؤنٹس میں پہنچ رہا ہے۔ کون تاکتا ہے کہ نہ شہ بارہ برس میں لیا گیا ۲۳ ارب ڈالر (سازھے تیرہ کھرب روپے) کا قرضہ کہاں گیا۔ کسی کو کچھ پتے نہیں کہ یہ قرض کہاں خرچ ہوا؟ اس کے علاوہ فواز شریف کے دور میں عوام کے مجید گیارہ ارب ڈالر (چھ سو سانچھے ارب روپے) کا بھی کچھ پتے نہیں۔ موجودہ حکومت نے احتساب کا وعدہ کیا تھا لیکن اس نے سابق وزیر اعظم کو بلکہ سے باہر جانے کی اجازت دی ایسا لگتا ہے کہ اسے بھی احتساب کے پورے سلسلے کو فراموش کرنے میں بھی عافیت نظر آئی ہے۔

۳۔ قوم کو ان ظالمائی قرضوں میں جکڑ کرنے صرف یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارے قرضے میں سودہ اپس کرو بلکہ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ تمہاری روتی روزگار اور روشنی کا فصلہ بھی ہم کریں گے۔ چنانچہ آئین ایف کے کہنے پر گیس، بجلی اور آنے پر غریبوں کے لیے رعایت Subsidy بھی ختم کرو؛ کرنی کی قیمت کم کرو؛ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اپنے تمام ذرائع اور وسائل کیش ملکی (Multi National) کمپنیوں کے حوالے کر دو۔ ائمہ صلاحیت ختم کرنے کے لیے یہ بھی کافی کامیابی کا سبار الیا جا رہا ہے۔ کشمیر کے معاملے میں پاپائی پر بجور کیا جا رہا ہے اور ان سارے معاملات کے لیے قرضوں کو تھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

ہمارے اقتصادی ماہرین کہر رہے ہیں کہ ہماری میثاث سنجیل رہی ہے۔ یا ایک سخید جھوٹ ہے عوام معاشر بدحالی اور بیرون زگاری کے باقیوں خود کشی کر رہے ہیں۔ مہنگائی باقیاں برداشت ہو چکی ہے۔ بجلی پیڑوں اور گیس کی قیمتیں بار بار بڑھائی جا رہی ہیں یہ کیسی معاشری ترقی ہے؟ ہم پانچ ارب ڈالر سالانہ ادا کر کے کیسے ترقی کر سکتے ہیں؟ یہ سلامہ جاری رہا تو آئندہ چند برسوں کے اندر قرضے کی قیمتیں ہمارے مجموعی بجٹ سے بھی بڑھ جائیں گی۔ میثاث کا احیا تو کیا الٹا ہماری آزادی اور بقا خطرے میں ہے۔ ہمارے اقتصادی دانشوروں کا کہنا ہے کہ اگر ہم نے قرضے دینے سے انکار کیا تو ہمیں ڈیفاتٹ قرار دے کر دنیا میں تنباکر دیا جائے گا، برآمدات ختم ہو جائیں گی۔ برآمدات یہ داشت بھی مغرب سے ہمارے ہاں آئی ہے۔ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ ہماری برآمدات ختم ہو جائیں گی۔ برآمدات کا سلسہ چین افغانستان ایران اور دیگر اسلامی ممالک سے جاری رہ سکتا ہے جن پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ اس طرح ایک نیا تجارتی بلاک وجود میں آ سکتا ہے۔ ہمارا سب سے زیادہ خرچ تیل پر ہوتا ہے جس کے بد لے ہم تبل پیدا کرنے والے ممالک کو چاول، گندم اور کپاس برآمد کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈیفاتٹ کرنے والا

پاکستان پہلا ملک نہیں ہوگا۔ لاطینی امریکہ کے سول ملک ڈینالٹ کر چکے ہیں جس کے بعد ان کی معیشت میں بہتری کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ جہاں تک تہائی کا معاملہ ہے تو چین اور روس نے سیاسی طور پر تباہ ہو کر ہی ترقی کی۔ دراصل یہ اقتصادی دانشور ایک سازش کے تحت ہمیں سمجھانے پاکستان آتے ہیں اور ہر بار ہمیں انہی پروگرام کشمیر اور دفاعی بجٹ میں کمی کرنے کی تلقین کا سلسلہ دوبارہ چالو کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اقتصادی اور سیاسی تہائی پاکستان کے حق میں خوش بختنی کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ میرے یقین کے چیخپے نہیں دلائل ہیں۔

☆ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہمیں حاصل ہو گی جب ہم تمام جھوٹے سہاروں کو چھوڑ کر صرف اس کا دامن تھامیں گے تو وہ ہمیں تباہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم چیزیں آخر ازمان کے نام لیوا ہو کر تہائی سے کیوں ڈریں جنہیں نے شعب انبی طالب میں رہ کر اقتصادی مقاطعے کا سامنا کیا اور جنگ احزاد میں دشمنان اسلام کی متحده قوت کو پسپا کیا۔

☆ دنیا میں وہ تمام ممالک جنہیں سیاسی طور پر تباہ کیا گیا اور جن کے خلاف استعماری مکونوں نے اتحاد کیا وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے عوام کے خذیلہ جو ہر بروئے کار آگئے۔ جیاں زروں چین اور ان گزت دوسرے ممالک کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ چین پاکستان کے بعد وجود میں آیا وہ آج کہاں کھڑا ہے۔ ایران، عراق، سوڈان اور لیبیا کو تباہ کیا گیا تھا اور وہ سب زندہ رہے۔ کیوں ایک چھوٹا سا بے دلیل ملک ہے۔ اس کو تباہ کیا گیا تھا فیفرل کا سڑک کا پال تک بیکاہ ہو سکا۔ پاکستان تو اسی طاقت بے اسے تباہ کھٹا اول تو ناممکن ہے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو پاکستان ملت اسلامیہ کا قائد بن جائے گا پھر ہم ممکن ہے تسلیم کی دوستی سے مالا مال اسلامی ممالک پاکستان کے قرضے ادارے کے لیے تیار ہو جائیں۔ وہ اگر مغرب کی استعماری افواج کو ار بیوں ڈال رکی تھوڑا دے سکتے ہیں تو پاکستان کو اس مشکل سے نکلنے میں مدد کیوں نہیں دے سکتے۔

☆ تہائی کی معیت میں ایک رحمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھا کر پاک سر زمین کو اسلامی نظام کی برکات سے فیض پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اسلام کو عروج اور ترقی شعب انبی طالب میں فاقہ کشی اور غزوہ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھنے کے بعد ملی تھی۔ اس لیے ہمارے لیے تباہی کوئی جاہی نہیں لائے گی بلکہ ہم یکسو ہو کرنے نے نظام کی بخیار بھیج گے۔

☆ پاکستان میں قیادت کا بھرمان اس وجہ سے پیدا ہوا کہ استعماری طاقتوں نے ہماری آزادی پر کنڑوں قائم کیا اور اپنے اجنبی اور کارے کے لیڈر پاکستان پر مسلط رکھے اور عوام کو کوئی تخلص قائد نہیں سکا۔ پاکستان تباہ ہو گا تو عوایی مراحت کی راہنمائی کرنے والی حقیقی قیادت ابھرے گی جو اپنے مفادات

پر عوام کو قربان کرنے اور ان کا خون پھونے کے بجائے اپنے جان و مال کی قربانی پیش کرے گی۔ ایک حقیقی لینڈ ریپ پیدا ہوگی جو پاکستان کو موجودہ بحران سے نکالنے کی اہل ہوگی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جمیں نے تجہیٰ اختیار کی تو اسے ماوزے عجک اور چوایں لائی جیسے بے نقش اور بے لوٹ لینڈ رہے۔ یہ سامنے کی بات ہے کہ جن ممالک کو تباہ کیا گیا ان کے لینڈ روں کا دور قیادت طویل تر ہے۔ جمیں کے موزے عجک شہابی کو ریا کے کم ال سنگ، کیوبا کے فیڈل کا ستر ڈیبیا کے معروفہ اس کی مثال ہیں۔ ایران کے شہین زندگی کے آخری سانسوں تک عوام کے دلوں میں زندہ رہے۔ اسی طرح صدام امریکہ اور مغرب کی تمام ترقی الفلت کے باوجود تمیں برس سے ڈلنے ہوئے ہیں۔ اس کے عکس جو حکمران مغرب کے سامنے جھک گئے ہیں ان کا دوران یہ چند سال کا ہوتا ہے چونکہ وہ اپنے آقاوں سے مغلظ ہوتے ہیں اور قوم کے وفادار نہیں ہوتے اس لیے قوم انہیں جلد ہی نظر وہ سے گردیتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سامنے عزت اور آبرو کا راستہ کھلا ہے۔ ہمیں پوری قوت سے اعلان کر دینا چاہیے کہ ہم غیر ملکی قرضے ادا نہیں کر سکتے اور نہ قرضوں کی خاطر اپنے ملک کی آزادی کو امریکہ کے پاس گروہی رکھ سکتے ہیں۔ ہماری قوم اس پر متفق ہے۔ میں اس مقصد کے لیے تحریک شروع کر چکا ہوں۔ اب تک سرگودھا اور سیالکوٹ کی بار کوں لوں سے خطاب کر چکا ہوں جہاں وکلا برادری نے مکمل اتفاق رائے سے قرارداد میں منظور کی ہیں جن میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ استعماری قرضے ادا کرنے سے انکار کر دے۔ میری درخواست ہے کہ قومی پرنس اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے اور عوامی رائے کو مقتضم شکل میں ابھارے۔ میں ان شاء اللہ گھر گھر جا کر لوگوں سے کہوں گا کہ اگر ہم سک سک کر اور ذلت سے جینا نہیں چاہتے۔ اگر ہم نہیں چاہتے کہ مخفی بھر غیر ملکی میختن قوم کا مال لوٹ کر غیر ملکی میتوں میں لے جائیں اور ہمارے قومی مجرموں کو امریکہ ہمارے آئین و قانون کے ہاتھوں چھڑا کر لے جائے تو ہمیں مراجحت کرنا ہوگی۔ ہمیں قرضوں کی سازش کا شکار بننے سے صاف انکار کرنا ہو گا۔ ہم اپنے ایمان، نظریے اور آزادی سے مستبردار نہیں ہو سکتے۔ ہمیں عزت سے جینا ہے تو عزت سے مرنے کے لیے بھی تیار رہنا ہو گا۔ سرجندر کی پالیسی سے موت نہیں نمی۔ اس لیے ہمیں اعلان کر دینا چاہیے کہ ہم ذلت سے جینا اور مرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے حکمرانوں کے سامنے دوہی راستے ہیں، امریکہ کے ساتھ کھڑے ہوں یا اپنی مظلوم گرفتاریت مندومند قوم کے ساتھ دو ریاضیان کا کوئی راستہ نہیں۔

کشمیر کی آزادی کا واحد راستہ - جہاد

اسلام کو کشمیر میں سن ۵۰۰ بھری (۱۸۰۰ میسوی) میں نافذ کیا گیا۔ برطانیہ کے م اختت کرنے اور سکون کے کشمیر پر (۱۸۱۹) میں قبضہ کر لینے سے پہلے تک اسلام دہاں غائب رہا۔ ۱۸۳۶ء سے یہ ہندوؤں کے باحقوں تک ہے جب گاب تکھنے اسے برطانیہ کو صرف ساز سے ساتھیں روپے میں بچ دیا۔ یہ برطانیہ ہن تھا جو انہیں بر صیر کو تین واضح خطوں میں تقسیم کرنے کا ذمہ دار تھا جبکہ انہوں نے عرب جزیرہ نما کوئی مزید حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اسلام کی غیر موجودگی سے قتل و خوارت اور تشدد آئے ہیں کیونکہ ہندوؤں کے مذہب میں ایسا کوئی ہمدردی اور رحم کا عرض نہیں ہے۔ یہ برطانیہ تھا جس کی راجہمانی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہ جس نے ہندوؤں کے ساتھ زمی بر تھے ہوئے کشمیر کو ان کی محل داری میں دینا پتھنی بنا دیا اور پتھنے کے طور پر کشمیر پر کفار کا قبضہ ہو گیا۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں : "اے ایمان والو! ان مشرکین سے لڑو جو تمہیں گھیرے ہیں لے لیں اور ان کو تمہاری اندر کی بخت دیکھ لینے وہ اور جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ذرتے ہیں۔" (emq۹:۱۲۳)

اللہ حکم دیتا ہے کہ جہاد ہی ظالم ہندوؤں کے خلاف واحد حمل ہے۔ مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مشرکین سے جنگ کریں اور دہاں پر پھر سے اسلامی حکومت لے آئیں۔ پاکستان بیکھو دیش افغانستان کی مسلم افواج افواج کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ جنگ کریں۔ اسلام میں انسی کوئی گفت و شنید کے ساتھ تصفیہ کی صورت نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین کے ساتھ کوئی معافیہ نہیں ہو سکتا۔ مشرکین نہیں چاہیں گے کہ اسلام کی صورت پہلے پھولے۔ یہ مشرکین ہی ہیں جنہوں نے پہلے ۱۹۴۷ء میں اسلامی خلافت کو تباہ کر کے مسئلہ پیدا کیا۔

مسلمانوں کو صرف روزے اور نماز ہی میں نہیں بلکہ ہر معاملے میں اللہ سے ذرنا چاہیے۔

"اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف پہنچی گئی ہے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے آقا

کی پیروی نہ کرو تم تھوڑا یاد رکھتے ہو۔" (tmq۳:۲)

قوم پرستی نے مسلمانوں کو ان کی جمہوریت کی طرف مطالیے کا جواز دیا ہے۔ یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ کب مسلمان کنار کے نلبی سے نجات حاصل کرنے کے لیے الگ ملکات کا مطالابہ کرتے ہیں۔ کشمیر میں ظلم کے وجود کی وجہ اسلامی

انظام کی علمداری شہوتا ہے۔

"وہ لوگ جو اللہ کی دی ہوئی نشانوں کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔" (tmq ۳۵: ۲۵)

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم جو قتل و غارت کشمیر، فلسطین، افغانستان، بوسنیا اور چیچنیا میں دیکھتے ہیں اس کا احساس ہوتا چاہیے۔ یہ صرف دباؤ کے مسائل نہیں ہیں بلکہ مسلم دنیا سے اسلام کے عملی طور پر غائب ہونے کا بنا دا سلطنتی ہے۔ اس مسئلہ کی طرف توجہ دی جاتی ضروری ہے کیونکہ اس مسئلہ کو حل کیے بغیر ہم مسئلہ کشمیر کا مستقل حل ذہونمنہ کے قابل نہیں ہوں گے۔ مسلمانوں ایاد رکھو صرف ۳۱۳ مسلمان غزوہ بدر میں ۱۰۰۰ کی تعداد میں دشمن فوج سے لڑتے تھے اور کامیاب ہوئے تھے کیونکہ وہ ایمان رکھتے تھے کہ فتح اللہ تعالیٰ کے باتحد ہیں ہے۔ یہیں اس مقیدیہ کی بنیاد پر تمام کفار کے خلاف جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے کہ فتح اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ کشمیر کے لیے وہی حل ہے جو اسلام پڑھ کرتا ہے۔ باقی تمام کو آزمائی گیا ہے۔ پچاس سالوں تک ہم دیکھو چکے ہیں کہ وہ تمام ناکام ہو چکے ہیں۔

"اے جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسا راستہ نہ دکھاؤں جو تمہیں المناک انعام سے بچائے گا۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کے راستے پر اپنی جانوں اور اپنے مال کے ساتھ جدوجہد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اُر تم جان سکو۔" (tmq ۶۱: ۱۰-۱۱)

اے مسلمانو! کشمیر یا بوسنیا یا کسی بھی اسلامی ملک میں اپنی بہنوں اور بھائیوں کو مت فراموش کرنا ان کو اپنی دعاویں میں یاد رکھنا، مساجد میں خطبات کے دوران ظلم و جبر کی نشاندہی کرو اور اپنے آپ کو جسمانی اور رہنمی طور پر جہاد کے لیے تیار کریں اور ان مسائل کے درست حل (انظام خلافت) کے لیے اسلام کا مطالعہ کریں۔

اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت اور دائرہ کار

عصر حاضر میں ہر طرف انسانی حقوق (Human Rights) کی آواز جس بلند ہو رہی ہے۔ یورپی اقوام اس معاملہ میں زیادہ تی قلمبندی ظاہر کر رہی ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے لگتا ہے کہ انسانی حقوق کے بارے میں زیادہ غم پریشانی انہیں کو لاحق ہے۔ اگرچہ کبھی انسانیت کی فلاج و بہبود کے لیے ان لوگوں نے پچھلے تین بھی قائم کر رکھی ہیں۔ ان کی مختلف شاخیں مختلف ممالک میں کام کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں اقوام متحده بھی اپنی قلمبندی ظاہر کرتا رہتا ہے اور اقوام متحده نے اپنے زیر انتظام کئی شبیہ ترتیب دے رکھے ہیں اور ہر سال پنج دن منانے کا اجتماع بھی ہوتا ہے۔ کہیں خواتین کے حقوق کا عالمی دن منانے کی صدابندگی جاتی ہے کہیں مزدوروں مستیسوں پنجوں معدودوں کے عالمی دن منانے کا شورچا یا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ گویا انسانی حقوق انسانیت کا احترام خواتین کی فلاج و بہبود اور آدمیت کے مقام و مرتبہ کا تصور اور خیال ایک تینی ایجاد ہے۔

یورپی اقوام کے اس طرز عمل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقوام متحده اور این جی اور اقوام عالم کو یہ باور کرانے کی کوشش اور قلمبندی میں جھاگیں کرنا۔ انسانیت کی جو عظمت مقام کی بلندی اور حقوق کی ادائیگی کی قلمبندی کے اندر ہے وہ کسی اور قوم کے اندر نہیں۔ وہ یوں ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی نظام حیات کے پاس تو اس سلسلے میں پچھلے بھی نہیں ہے۔ مسلمانوں کا دین و مذہب، تعلیمات اسلامیہ تہذیب و تمدن، اسلامی معاشرہ اور قرآن و سنت انسانیت کے حقوق اور عظمت سے غافل و بے خبر ہیں۔ ان کے پاس تو اس سلسلے میں کوئی آئینی و ستوری، تعلیمی تہذیبی، قلمبندی، نظری، علمی و عملی سرمایہ نہیں ہے اور آدمیت کے احترام حقوق کا تصور نیا پیدا ہوا ہے۔

آئیے مختصر اسلامی تہذیب کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیں کہ اسلام کی تعلیمات انسانی حقوق اور عظمت کو کس نظر سے دیکھتی ہیں اور اسلامی تعلیمات اس بارے میں کیا کہتی ہیں اور اسلام انسانی حقوق کے بارے میں کیا تصور پیش کرتا ہے۔ اس سے قبل کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس اہم مسئلے پر تبصرہ کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حقائق دوسرے مذاہب اور تہذیبوں مثلاً ہندو مت بدھ مت یہودیت نصرانیت کے بھی پیش کردیے جائیں تاکہ مسابقت کے اس دور میں اسلام میں انسانی حقوق کے معاملہ کو مقابلہ کی صورت میں سمجھنا آسان ہو سکے۔ اس

طرح اسلام کی عظمت و وقار دلوں میں خوب رائج ہو سکے گی اور تقابلی مطابع سے اچھائی برائی اعلیٰ وادی بہتر ہے۔ صدق و کذب اور حق و باطل باسانی سمجھا جاسکے۔

پناخچے جب ہم دوسرے نہاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو پہلے چلتا ہے کہ ان نہاہب اور تہذیب یہاں میں انسان اور حیوان کے درمیان حد فاصل قائم نہیں کی گئی۔ بدھ مت کی تعلیمات میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح ہندو قانون میں ایک جانور اور ایک انسان کا قتل برابر کا درجہ رکھتا ہے اور ایک جانور بھی اپنی کسی نفع رسانی کے باعث انسان کی ماں کا درجہ پا سکتا ہے۔

یہودیت انصار انبیت میں قرابت داروں کو چھوڑ کر صرف ماں باپ کا ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسرے قرابت داروں اور رشتہ داروں کو کوئی مرتبہ نہیں دیا گیا۔

دنیا کے ایک بڑے جمہوری نظام کے دعوے دار ملک ہندوستان میں حال ہی میں چیز آنے والے ان واقعات سے ہندو نظام میں انسانی حقوق کی پاسداری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

روزنامہ جنگ میں ہندوستانی انگریزی افت روزہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آزادی کے ۵۳ سال بعد بھی کسی چلپی ذات میں پیدا ہوتا ہندوستان میں ایک عذاب ایک لعنت سے کم نہیں۔ اس کا تازہ ترین ثبوت اس وقت ملاب جب ایک کا گھر نیک رکن پارلیمنٹ ویلدروی نے اپنے بیٹے کی شادی کی رسم اپنے علاقے کے مندرجہ میں ادا کی۔ رسم کے بعد مندرجہ کے پروگرام نے حکم دیا کہ ساری عبادات گاہ کو نجاست سے پاک کیا جائے۔ اس کے لیے ایک عظیم عمل کیا گیا۔ مندرجہ کس طرح ہوا؟ صرف اس وجہ سے کہ رکن پارلیمنٹ کی بیوی ایک عیسائی عورت ہے اور وہ بھی اپنے بیٹے کی شادی کی رسم میں شرکت کے لیے مندرجہ میں آئی تھی۔ حالانکہ مشرروی ایک زمانے میں صوبائی وزیر و اخلاق بھی رہے

ہیں۔

ایک اور مثال ہے گزشتہ اگست میں ایک عدالتی افسر بھرپوری پر شاد نے پریم کورٹ میں درخواست دی کہ الہ آباد بھائی کورٹ نے یونپی حکومت کی طرف سے جبری طور پر ریٹائر کرنے کے خلاف اس کی درخواست مسترد کرو دی جائے۔ اسے جبری طور پر اس لیے رینائز کیا گیا تھا کہ اس نے حکومت کا ایک حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ حکم کیا تھا؟ جب مذکورہ افسر کا ایک عدالت سے دوسرا عدالت میں تباہی ہوا تو ان کا جو جو شائین بیچ مقرر ہوا جس کا نام اے کے سری وستوا تھا۔ اس نے عدالت میں بیٹھنا شروع کرنے سے پہلے گنجائی مل ملکو گیا۔ پوری عدالت کو دھوکا اس لیے کہ میرا پیش رو جو یہاں بیٹھتا رہا ہے وہ ایک چلپی ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ دیکھئے آج بھی بھارت میں لوگ ذات پات کی تقسیم کے عذاب میں جاتا ہیں۔

اس وقت امریکہ جو انسانی حقوق کا بڑا حکیم ہے اس کا اپنا یہ حال ہے کہ اس نے جاپان کے دو بڑے

شہروں، بیرونی شہر اور ناگاہ سا کی پر انتہم بھرائے جس میں لاکھوں جانیں آن واحد میں لقہ اجڑاں ہیں۔ بڑاروں مکان زمیں بوس ہو گئے اور دونوں شہری ہیے کا ذہیر ہن گے۔ اسی طرح جب مشرقی تیمور کے بیسا نیوں کا مسئلہ پیش آئے تو اس کی حمایت میں امریکہ اقوام متعدد اور پورا یورپ، ہرگز اب ہو جاتا ہے اور انسانی حقوق کا اس قدر شور و غل بپاکیں چاہتا ہے کہ اس کو آزادی دلا کریں جیسے یہیں جبکہ اس کے مقابلے میں دیکھیں یہ کشمیر ہے۔ ۵۲ بریس سے آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے اس کی قرارداد ایس امریکہ یورپ اور سلامتی کو نسل کے دروازے پر مسلسل دست دے رہی ہیں۔ وادی کشمیر مسلسل آگ میں جل رہی ہے۔ خون میں نہاری ہے، عزمیں ات رہی ہیں، نصر فوجان بلکہ بچے بوزے ہے اور صرف نازک تک عقل و نظر سے بالا اڑتے ہیں اور تکلیفیں وہی جا رہی ہیں۔ لیکن انسانی حقوق کے دعوے داروں کے کانوں پر جوں تک نہیں رہیں۔ بوشنیا، کسووا اور چچینیا کے باہم جس قدر انسانی حقوق کی پامانی ہوئی ہے اس کی مثال چشم فلک نے بھی شاید نہ کیمی ہو۔ آج تک ابتدائی قبریں دریافت ہو رہی ہیں۔ باس ہمس پوری دنیا پر سکوت و جمود طاری ہے۔

اور یہ فلسطین ہے ۱۹۴۸ء کو انگریزوں نے اس پر قبضہ کیا۔ پھر عالم عرب کے قلب میں اسرائیل ریاست قائم کر دی گئی جس کی درندگی بربرتی کی خبر س آتی رہی ہیں۔ لیکن اب اکتوبر کے آغاز سے میکونوں توپوں اور راکٹوں سے فلسطین کا ناطقہ بند کر دیا گیا۔ وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ آئے دن مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ نوجوانوں کو گاہِ حرمی کی طرح کاناڑا جا رہا ہے لیکن افسوس بالائے افسوس کسی کو بھی یہاں انسانی حقوق کی پامانی نظر نہیں آتی بلکہ روز امریکہ بھارت جب ذرا محسوس کرتے ہیں کہ عالم عرب خواب غلط سے بیدار ہوا چاہتا ہے تو فوراً نہ اکرات کا بغل بجادا جاتا ہے۔

خواب سے بیدار ہوتا ہے نورا حکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکماں کی ساحری

تاکہ مسلمان سویا رہے اور ہم انسانی حقوق کے شور و بہنگا میں اپنوں کے حقوق کا تحفظ اور مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو سر عالم نیلام کرتے رہیں۔ ان واقعات میں خاص طور پر یہ نقطہ قابل غور ہے کہ جولائی میں مقابلہ کر رہے ہیں ان کا قتل تو سمجھ میں آتا ہے لیکن تھی دست (غایل ہاتھ) غیر مسلح لوگوں کا خون بھانا، خواتین کی عزت کو تار خار کرنا، بچوں کو گولیاں کا نشانہ بنانا اور بوزھوں تک کوئی گھوں تسلی رومند دینا ابتدائی بدینکی شقاوتوں کی اور حیوانانیت و درندگی ہے۔

آئیے ذرا اسلامی تعلیمات، اسلامی نظام حیات، واقعات اور تاریخ اسلامی کے حوالے سے حقوق انسانی کا جائزہ لیں کہ اسلامی تعلیمات میں انسانیت و آدمیت کا کیا مقام ہے؟ اور حقوق انسانی کی کیا اہمیت و عظمت ہے؟ حقیقت یہ

بے کہ اسلام میں حقوق انسانی کا دائرہ بڑا وسیع ہے اسلام میں انسانی حقوق کا آغاز ایک فرد کی ذات سے ہوتا ہے اور پھر اس کا دائرہ پھیلنا شروع ہوتا ہے تو پھیلتا چلا جاتا ہے۔ یوں یہ دائرہ وسعت اختیار کرتے کرتے گمراحت قرابت دار پرتوں، محلہ شہر ملک اور پوری دنیا کے افراد انسانی تک وسیع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمام آفاق سے منتنا سمنتا ایک فرد کی ذات میں جمع ہو جاتا ہے۔ اسلام نے انسانی حقوق کو صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ جو انسان ہے نہ پرندہ درند بحداوات نبیات تک کے حقوق میان کر دیے ہیں۔

امام الانبیاء ﷺ کی تعلیمات میں اونٹ ہرن اور چیزیا کے لیے بھی فلاح و بہبود اور صن سلوک کرنے کی حدایات موجود ہیں۔ انسانوں کے لیے درجہ وار حقوق کی ایسی ترتیب قائم کر دی ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ حقوق سے خالی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ مردوں عورتوں اپنے پرانے چھوٹے بزرے نے یہاں تدرست امیر غریب حاکم رعایا۔ بہن بھائی نماں باپ شوہر یوں، قریبی اجنبی مسلم غیر مسلم شہری دیہائی خلام آقا، مہمان میزبان اور عیتم زیوہ و غرض معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کی ایسی تفصیلات میان کر دی ہیں کہ اسی حد بندی کی دوسرے نہ بہبود و ملت میں نہیں پائی جاتی۔ نہ ہی درجہ وار حقوق کی ایسی تفصیل موجود ہے بلکہ اسلام نے تو انسان کو من جیسے انسان بڑی سکریتم اور فضیلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"اور ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ہم نے ان کو خلکی اور تری میں سواری دی۔ اور ہم نے ان کو صاف سحری چیزوں کا رزق دیا اور ہم نے ان کو اپنی بہت ساری مخلوق پر فضیلت دی۔"

(بنی اسرائیل)

صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ اسلام میں انسانی خون کو انتہائی قیمتی قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی فرد کسی دوسرے انسان کو تاحق موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے تو نہ ہب اسلام میں مناسب سزا مقرر کر دی گئی ہے۔ قتل و خون بہانے کو مختلف صورتوں میں تقسیم کر دیا ہے جس قسم کا قتل ہو گا اسی طرح کی سزا کا تعین ہو گا۔ اس کے بارے میں قصاص دو دیت کے تفصیلی احکام قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ عذاب آخرت اس کے علاوہ ہے۔

اس سلسلے میں چند قرآنی ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں برابری کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔" (البقرہ)

"جس نے کسی جان کو بلا خوش یا زیمن میں فساد کرنے کے بغیر مارڈا۔ تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار دیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔" (المائدہ)

"اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، مگر جائز صورت میں۔" (الانعام)

اس سلسلے میں امام الانبیاء ﷺ کے فرمودات کا مطالعہ کریں کہ آپ نے کس قدر اہمیت سے انسانی جان کے

تحنیٹ کو بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"مومن کا قل اند تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے تبدیل بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔"

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے قل میں ایک لفظ سے مدد کرے گا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر رحمت سے ملوس لکھا ہو گا۔

اسلام کی نظر میں کوئی جان بے وقت اور بے قیمت نہیں ہے اور کسی کو رایگاں اور فضول قرار نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ اگر کوئی لاش آبادی میں یا آبادی سے باہر آتی و در پائی جائے کہ اگر کوئی شخص زور سے آواز لگائے تو باں تک اس کی آواز حقیقی سے تو اس محتول کے آس پاس قریبی آبادی پر اس کی ذمہ داری ذاتی جائے گی ہاں کا اسلامی معاشرے کا ہر فرد بیدار مغز حالت سے باخبر اور محلہ میں ہر کوئی ایک دوسرے کا خیر خواہ خیر انہیں بھلائی کا خواباں بن کر رہے۔ کسی کو اپنے علاقے میں شروع فساد و بشت گردی اور اسکن و امان برپا دن کرنے والے اور رات کی ہار کی میں بھی معاشرہ دون کی روشنی کی طرح ہی بیدار محسوس ہو۔ چنانچہ اس لاش کے دریہ محتول کے مطالبے پر فتنی کارروائی پوری کر کے دیت ذاتی جاتی ہے۔ اس سے یہ وہمن کیا جائے کہ یہ قوانین تو مسلمانوں کے لیے ہیں۔ ایسا نہیں اسلامی قوانین میں الاقوامی امن و سلامتی کے ضا اسکن ہیں۔

آئیے ذرا ایک ملکی ہجت آپ کو اتفاقیتوں کے حقوق کی دھکائے جائیں۔ اسلامی معاشرہ میں جس طرح ایک مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کو ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح اتفاقیتوں اور غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت و گدرانی بھی اسلامی حکومت اور معاشرے پر ذاتی گئی ہے۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

"جو کوئی غیر مسلم پر حکم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا طاقت سے زیادہ تکلیف دے گا اس کی کوئی چیز اس کی مرثی کے بغیر لے گا تو قیامت کے دن اس کی طرف سے میں دعوے دار ہوں گا۔"

بجکہ بدر میں جو شرکیہن قید ہوئے تھے سرکار دو عالم ﷺ نے ان قید یوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: "قید یوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔"

خود قید ہونے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ پر آپ کے اس ارشاد کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام پہلے ہمیں کھانا کھاتے تھے اگر کھانا بیج جاتا تو کھاتے درست صرف کبھوپر ہی اکٹا کر لیتے تھے۔

یہ وہ قیدی تھے جنہوں نے مکہ میں حضور پاک اور صحابہ کو اوزیت و تکلیف دینے میں کوئی وقید فردو گزارش نہ کیا تھا۔ اب موقع تھا کہ صحابہ کرام ان سے اپنی مرثی کے مطابق بدلے سکتے تھے لیکن یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ ان کو تشدد کا نثار بناتا تو در کنار بیکھر ممکن آ رام کا خیال رکھا جاتا ہے۔

آن کے مہذب و متهدن اور ترقی یافت ہونے کے دعوے دار ملکوں سے ذرا پوچھیں کہ کیا وہ اپنے اسی روں کے ساتھ ایسے سلوک کی مثال پیش کر سکتے ہیں۔ ان ملکوں میں تو حال یہ ہے کہ آئے دن جیلوں میں قید یوں کو اذیتیں دے کر بلاک کرنے کی خبریں پوری دنیا کے ڈرائی ایجاد پر نت میدیا اور الائچر ایک میدیا کے ذریعے معلوم ہوں گی۔ بہت یہیں۔ سنتے قیدی یہیں جن کو روزانہ اندر یعنی جیلوں میں تشدد کر کے بلاک کر دیا جاتا ہے۔

۱۴۔ یک امامہ بن لاون کے بہانے افغانستان اور سو، ان میں میراں پھینک رکھنا جانی و مانی نقسان کر چکا ہے۔ اور مزید موقن کی تھاں میں ہے۔ اہل عراق کے لیے پانہ دیاں لگا کر مخصوص عوام کی زندگی اچھی کر رکھی ہے، امریکہ فلسطین میں جو کھلیں ہیں رہا ہے اب تو پوری دنیا اس سے واقف ہو چکی ہے۔ بایس ہم ایک ہی سانس میں مسلسل انسانی حقوق کے راگ بھی الاپ رہتا ہے۔ جبکہ اسلام میں جنکی بدایات، تعلیمات میں یہ بات زور دے کر کیا گئی ہے کہ لا ایک کے دران کسی پنج بیوی ہے، حورت را ہب معدہ و اور یہاں کو قتل نہ کیا جائے۔ درختوں اور فصلوں نقسان نہ پہنچایا جائے۔ غیر مسلموں کو ان کی زمینوں، گھروں اور عبادت گاہوں سے الگ نہ کیا جائے۔

دور فاروقی میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو ایک موقع ایسا آیا کہ سیدنا فاروق عظیم کو نماز کا وقت ہو گیا۔ جب آپ میسائیوں کے مشبور گرجا گھر (قماں) کی سر کر رہے تھے۔ میسائی پادری نے کہا کہ میں نماز ادا فرمائیں۔ آپ نے یہ کہہ کر نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا کہ کہیں کل کو مسلمان میرے نماز پڑھنے کو بہاہ بنا کر اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ لبڑا میں اس میں نماز ادا نہیں کروں گا۔

حضرت ابو عبیدہ نے ملک شام کو فتح کیا تو غیر مسلم ابو عبیدہ کے سلوک اور اسلامی تعلیمات میں اپنے حقوق کو حناعت کی بدایات کو دیکھ کر مسلمانوں کے حامی و مددگار بن گئے۔

محمد بن قاسم فاتح سندھ میں داخل ہوئے اور راجہ داہر قتل ہو گیا تو لوگ مارے ذرا اور خوف کے اپنے گھروں چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اسی وقت محمد بن قاسم کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ جو کوئی اپنی جان بچانے کے لیے جا چاہتا ہے اسے جانے دیا جائے اور اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ محمد بن قاسم کے اس اعلان سے لوگوں اُٹھیں گے اسی اور لوگ بدستور اپنے ہی گھروں میں بھر گے اور جو بھاگ گئے تھے واپس آگئے۔

ولید بن عبد الملک نے اپنے دور غلافت میں جامع مسجد مشن کا کچھ حصہ جبرا میسائیوں کی جگہ پر تعمیر کر دیا تھا۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو مسجد کے اس حصہ کو رانے اور میسائیوں کے حوالے کرنے کا حکم چاری آر دیا۔ بالآخر میسائیوں کی مرثی سے معاملہ مٹے پا گیا تو مسجد کے اس حصہ کو باقی رہنے دیا گیا۔

بیت المقدس سیدنا فاروق عظیم کے دور غلافت سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آ رہا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں جب میسائیوں نے دوبارہ بیت المقدس کو فتح کر لیا تو چند سال میں فلسطین کا بڑا حصہ ان کے تصرف میں آ گیا۔

اگر یہ سوراخ لین پول کھتا ہے:

"بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی عیسائیوں نے ایسا قتل عام چایا کہ ان صلیبیوں کے گھر زے جو مسجد عمر سوار ہوئے تھنوں گھنٹوں خون کے چشمے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بچوں کی ناگلیں پکڑ کر ان کو دیواروں سے دے مارایا ان کو دیواروں سے پھیک دیا گیا۔"

اس کے بال مقابل جب ۵۸۳ھ کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ بیت المقدس کو حاصل کیا اور ۹۰۰ سال بے بعد بیت المقدس کو فتح کرنے کی آرزو پوری ہوئی۔

ابن شادا تکھتے ہیں کہ ہر طرف دعا و تسلیم و تکیر کا شور بلند تھا۔ ۹۰۰ برس بعد جمع کی نماز ہوئی۔ صلیب اتار دی گئی۔

بہر حال اسلام میں انسانی حقوق کو جواہیت حاصل تھی۔ کیونکہ مظراع کھموں کے سامنے تھا۔

دستور میں نہیں ملتی۔ اسلامی تاریخ ایسے حقائق و مشاہد سے مجری پڑی ہے۔

انہیں چشم روشن اور دل زندہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس دن ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سرکاری حج پالیسی اور حجاج کو در پیش مشکلات

چیف ایگریکٹشور جزل پرو یز مشرف کے نام ایک اہم مکتوب

- بخدمت جناب عزت مآب جزل پرو یز مشرف، چیف ایگریکٹشور پاکستان (اسلام آباد)

- بخدمت جناب وزیر حج و امور مذہبیہ پاکستان (اسلام آباد)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - مراج گرامی؟ - امید ہے طبیعت بعافیت ہو گی۔

چند ایک معروضات پیش خدمت ہیں۔ حجاج کرام کو ہر سال پیش آمد مشکلات و مسائل و تقویٰ تباہ اخبارات اور قومی جرائد میں آتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں روز نامہ جنگ کی طرف سے جنگ فورم میں منعقدہ مذاکرات کے نوجوان مطالعہ کے بعد میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب کی توجہ چند ایک تجاویز کی طرف خصوصیت سے مبذول کرائی جائے۔ مطابق پسندیدگی سے غور کر کے انہیں قابل عمل بنادیا جائے تو ان شاء اللہ امید ہے کہ کافی حد تک حجاج کرام کی شکایات کا تجھے ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ تب ہی ممکن ہو گا کہ جناب ذاتی و نجیپی لیتے ہوئے ان تجاویز کو یور و کرنسی کی روائی سازش اور اور دست بردار سے بچا کر عملانافذ کرنے کے لیے ذاتی و سرکاری ذرائع برداشت کارائیں۔

۱۔ جناب والا، حجاج کرام کے لیے رہائش، معلم کا اختیاب اور مکہ سے منی، عرفات، مزادغہ آمد و رفت نر ان پورث کا انتظام حجاج کرام کی اپنی صواب بدیہ پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے لیے لازمی کوئی کو ختم کر دیا جائے۔

۲۔ بھارت غیر مسلم حکومت ہونے کے باوجود اپنے حجاج کرام سے درخواست کے ساتھ صرف پانچ ہزار روپے لیتی ہے۔ اور باقی رقم بعد میں جمع کرائی جاتی ہے جبکہ پاکستانی حکومت ہر سال حجاج کرام سے پوری رقم ۸۴۰ کاروں قبل جمع کرائی ہے جو حجاج کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ (یہ بہانہ کہ ہمیں سعودی حکومت کو بلند جنگ کے لیے ۲۲ اور فیصد ایڈو انس دینا پڑتا ہے اسے آڑنا کر حجاج کرام سے پوری رقم اتنا عرصہ قبل لے لینے کا کوئی جواز نہیں) نیز بھارت کے اپنے حجاج کو سب سدی دیتا ہے۔ جبکہ پاکستان ہر سال رقم میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ حجاج کرام سے پہلے کی طرح ایک صدر روپے کے فارم یا ایک چوتھائی رقم ایڈو انس لے لی جائے اور بھی ایسا رقم حج سے دو تین ماہ قبل جمع کرنا بخواہی اس جائز اور منی برحقیقت مطابق ہے کوئی بھی امور کے ناخدا سنتا بھی گوارانٹیں کرتے۔ آئندہ حج قومی کانفرنس کے موقع پر سب سے پہلے مبینی مسئلہ زیر بحث لا یا جائے اور رائے عامہ کا احترام کیا جائے۔

۳۔ جناب والا حج پالیسی پہلے سے تیار ہوتی ہے جسے حج یور و کرنسی و فقردوں میں پینچ کر تیار کرتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ کانفرنس کے موقع پر کئی باتوں کا جواب دہاں کے ذمہ دار یہ دیتے ہیں کہ یہ حج پالیسی میں نہیں ہے۔

کا نفرنس تواب ہو رہی ہے پالیسی پلے کس طرح ٹلے ہو گئی؟ جو قومی کا نفرنس رسی روایتی اور مہماںوں کو شرمندہ کرنے کے لئے بعض ایک دھوکہ ہے۔ عوای تجادیز کو درخور اختانیں سمجھا جاتا۔ کا نفرنس کے موقع پر مختلف کمیٹیوں کی تفہیل اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کے لیے ہوتی ہے۔ طے شدہ نارگٹ کے حصول کے علاوہ عوای تجادیز کو ضیائے وقت بھجو کر ہاں دیا جاتا ہے۔ اس دھوکہ دہی سے نجات دلا کر عوای تجادیز کو قابل عمل بنایا جائے۔ وزارت مذہبی امور کے عمل کی کارکردگی یہ ہے۔ ہماری ایک جو ائمۃ درخواست (اپنے انتظام اور اپنی گاڑی سے چند احباب کا ایک ٹروپ جو پر لے جانے کے سلسلے میں) ڈائریکٹر مذہبی امور صوبہ سرحد نے اپنے مکتب N.O

11(11)/94-DH(G)/962-63 Peshawar ۲ دسمبر ۱۹۹۸ء سکشن آفیسر (P.W) وزارت مذہبی امور کو بھجو گئی۔ آج عرصہ دو سال کے بعد ہم ابھی تک جواب کے انتظار میں ہیں۔ متعلقہ افسران کو جواب دینے کی فرصت نہیں ملی یا جواب کی زحمت گوار نہیں کر رہے یا ریکارڈ اتنا صاف ہے کہ درخواست ہی گم ہو گئی۔

۳۔ جو عمرہ کے لیے (Land Route) خلکی کے راستے ٹرانسپورٹ کارروائی سمجھے جائیں۔ اس سے کے نوجوانوں میں شوق بڑھے گا۔ راستے میں مقدس مقامات کی زیارت ہو گی۔ P.I.A کا بوجہ کم ہو گا اور گزشتہ سال کی بائیے طرح P.I.A کی طرف سے پیدا شدہ مشکل صورت حال کا اعادہ نہیں ہو گا۔ وزارت مذہبی امور کا یہ یذر لینگ کب تک چلے گا کہ (Land Route) جو پالیسی میں نہیں ہے۔ آخر پالیسی میں کب آئے گا۔ کون پالیسی بنائے گا اور کب تک من مانی چلے گی۔ اگر حکومت سرکاری طور پر جو کارروائی نہیں بھیج سکتی تو کم از کم اپنے طور پر پرائیوریت قائل By Road چانا چاہیں تو انہیں سہولیات دی جائیں تاکہ صنعت کو فروغ ہو اور جو عمرہ کے رفت کارروائی کے ساتھ ساتھ N.O.C دے دی جائے۔

۵۔ جو عمرہ کے لیے بھری راستے ہا معلوم و جوہ کی ہا پر بند کر دیے گئے۔ صرف یہ بہاء کہ بھری جہاز ناکارہ ہو گئے ہیں بیک وقت سب کیسے ناکارہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں تو ہم کچھ نہیں کہتے۔ اگر پاکستان نیشنل شپنگ میں اور پاکستانی ہندرگاہوں کی افادیت و اہمیت ختم کرنے کا فیصلہ کر دی چکے ہیں تو پرائیوریت جہاز رانی کی حوصلہ افزائی کے لئے پرائیوریت کمپنیوں کو ایکٹی اور خصوصی رعایات دی جائیں تاکہ سمندری صنعت کو فروغ ہو اور جو عمرہ کے لئے پلے کی طرح بھری راستوں کو بھی اقتیار کیا جاسکے۔

۶۔ جو بدلت درحقیقت جو فرضی کی طرح ہے اس لیے جو بدلت والوں کو مخصوص کوڈ سے مستثنی قرار دیا جائے۔ جو قومیں ہیں جو خود کا سد باب کیا جائے۔ جو رہائش ۲۰۰ روپے میں ہے اس کا کرایہ حاجیوں سے ۱۳۵ روپے میں ہے۔ یہ تھی بڑی زیادتی ہے۔ ویسے بھی جو فارموں میں جو اج کے لیے رہائش کی درجہ بندی کچھ اس طرح سے ہوتی ہے جو کرام

بے کم سے کم ۸۰۰ روپے اور زیادہ سے زیادہ ۱۶۰۰ روپے کا لام ہوتا ہے۔ مگر کسی حاجی کو پہنچیں ہوتا کہ وہ کس درجہ کی ربانش میں ہے۔ ہر حاجی سے زیادہ سے زیادہ (maximum) کتوتی کر لی جاتی ہے۔ وہاں حاجی کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ خدام انجام صرف فوجی اور رکاوٹس بیسجے جاتے ہیں۔ اگر پرانی بیت طور پر بھاجن کرام کی خدمت کرنے والی تینیوں سے بھی خدام بیسجے کے لیے ایک کوڈ مقرر کیا جائے تو وہ اپنی ساکھ باقی رکھنے کی خاطر صحیح معنوں میں خدام فراہم کرتے ہوئے دیندار محتفی اور خدمت کا جذبہ برکھنے والے افراد میں کر سکتے۔

۸۔ حاجی کیپوں میں مستورات کے لیے پردے کا صحیح انظام کیا جائے۔ پردے کے ریک (rack) اور کیسین ہنائے جائیں تاکہ کوئی حاجی اپنے حرم مسخنات کو ملنا چاہیں تو بے پردگی کا احتمال نہ ہو جو موجودہ صورت حال و امثال نہیں ہے۔ نیز حج و عمرہ کی پروازوں میں لینڈین ایئر ہوسٹ کو منوع قرار دے کر سینورڈ مقرر کیے جائیں۔

۹۔ سرکاری سُلٹ پر سعودی عرب کو آگاہ کیا جائے کہ بعض مسلمین بھاجن کے وقوف منی و مزدلفہ کے حدود کی پرواز اپنی کامیابی کا نتیجہ نہیں کرتے۔ اس سال وقوف منی کے خیمے منی کے علاوہ مزدلفہ کی حدود میں بھی نصب کرائے گے تھے۔ بھاجن کو حدود عرب کا نام نہیں ہوتا اس لیے مسلمین کو پابند کیا جائے کہ وقوف منی، مزدلفہ اپنی اپنی حدود میں کرائیں۔

۱۰۔ رمضان المبارک کے احرام میں عمرہ کے لیے P.I.A کی نکت میں دس ہزار روپے اضافہ کر دیا جائے۔ عام حالات میں واپسی نکت اسلام آباد سے 27-28 ہزار ہوتی ہے جبکہ رمضان شریف میں 35-38 ہزار روپے کر دی جاتی ہے۔ نیز ایک اور مشکل درپیش ہے کہ تریوں ایجنیز اور P.I.A شاف والے ملی بھکت سے عمرہ والوں کے لیے جعلی سیٹ (O.K.) کرا لیتے ہیں جب ویرہ لگ کر آ جاتا ہے تو سیٹ کی تصدیق (confirmation) سے انکاری ہو جاتے ہیں کہ وہ تو صرف ویرہ کے حصول کے لیے O.K کرائی تھی۔ عاز میں مجبور ہوتے ہیں۔ آخر تک پریشان رہتے ہیں۔ بالآخر P.I.A اور تریوں ایجنیز کی بلیک میلنگ اور اضافی اخراجات کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کھلے فراؤ سے نجات دلائی جائے۔

۱۱۔ حاجی کیپوں میں کشم شاف بھاجن کی بعض استعمال کی جیزوں مثلاً تو تحفہ پیسٹ، تسلی، صابن، ادویات وغیرہ کو منوع قرار دے کر حاجیوں کے درٹا کو واپس دینے کی بجائے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور بعد میں آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں جو شرعاً جائز ہے۔ اگر وہ اشیاء واقعی منوع ہیں تو بھاجن کے درٹا کو واپس کر دی جائیں۔ یہ چند ایک گزارشات میں نے عرض کر دی ہیں جو وزارت مذاہبی امور کی دامتہ یا غیر دامتہ غلط حکمت محلی کی وجہ سے بھاجن کے لیے پریشان کن ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو اختیارات دیے ہیں اللہ پاک کے مہماںوں کو ان مشکلات سے نجات دلا کر اپنے لیے ذخیرہ آخرت بنائیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت مطہرہ کی پالادتی قائم کرنے اور ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ملکت بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين

خادم العلماء والحجاج: (مولانا) محمد عبدالعزیز محمدی، خطیب جامع مسجد (امان) اسلامیہ کالونی، ذریہ امام علیل خان

کراچی میں حافظ الحدیث کانفرنس کا انعقاد

شیخ الاسلام حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی اسلامی علوم کی ترویج اور انشاعت اسلامی نظام کے نفاذ، عقیدہ فتح نبوت کے تحفظ اور باطل نظریات و افکار کے تعاقب کے لیے جدوجہد میں لگزار دی اور ان کی بھرپور زندگی علماء کرام اور دینی کارکنوں کے لیے بیوی مشعل راہ ثابت ہوئی۔ ان خیالات کا اظہار متاز علماء کرام نے گزشتہ دونوں جامعہ انوار القرآن آدم ناؤن تاریخ کراچی میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں پاکستان شریعت کونسل کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی "حافظ الحدیث کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

کانفرنس کی پہلی نشست حضرت مولانا مطیع الرحمن درخواستی اور دوسری نشست کی صدارت پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمن درخواستی نے کی۔ جبکہ کانفرنس سے پاہ صحابہؓ کی پرمیم کونسل یعنی مولانا نعیم القاسمی جمعیت علماء اسلام (س) کے قائم مقام مرکزی امیر مولانا قاضی عبدالمطیف پاکستان شریعت کونسل کے سکرٹری زید الرashedی، کراچی یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سربراہ و اکٹھر فضل الرحمن مولانا اسعد تھی، تھانوی مولانا بشیر احمد شاد مولانا سیف الرحمن ارائی مولانا عبد الرشید انصاری، شیخ الحدیث مولانا زار ولی خان مولانا مفتی جبیب الرحمن درخواستی مولانا قاری اللہ داؤد شاعر اسلام سید سلمان گلابی، قاری عبد الکریم اور قاری محمد اکبر مانگلی نے خطاب کیا۔ کانفرنس صحیح سازی میں دس بجے سے شام سازی میں پانچ بجے تک جاری رہی اور اس میں کراچی اور دیگر شہروں سے بڑاں میں علماء کرام دینی کارکنوں اور طلباء شرکت کی۔

مولانا نعیم القاسمی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر میں اور جدوجہد کے ساتھ دین کا جو گلشن آپا دیا وہ ہم سب کی امیدوں کا مرکز ہے اور ہم اس کی بیویت آپا دی کے لیے دعا کویں۔ وہ اہل حق کے قائد سالار تھے اور انہوں نے حق پرست علماء کارکنوں کی ہر دور میں سرپرستی کی۔

مولانا قاضی عبدالمطیف نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے ملک میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کی قیادت کی اور ان کی سربراہی میں اہل حق کے قائد نے ربع صدی سے زیادہ حصہ تک نفاذ شریعت کی تحریک کو آگے بڑھایا۔ اس لیے آج ان کا سب سے بڑا اور شہیکی جدوجہد ہے اور ہم سب کو اس جدوجہد میں زیادہ حصہ اتنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ آج فوجی حکومت کو این تھی اور اولادِ این عناصر نے چھرے میں لے رکھا ہے اور یہ این تھی اوز پاکستان کی اسلامی حیثیت کے خاتمے کے لیے ہیں الاقوامی ایجمنڈے پر

کام کر رہی ہیں جس کی وجہ سے پاکستان کے وجود اور اس کے نظریاتی شخص کو خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ اس لیے علماء کرام اور دینی حقوقوں کو چاہیے کہ وہ متحد ہو کر اس خطرے کا مقابلہ کریں اور ملک کی اسلامی حیثیت اور قومی وحدت کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے گریز نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ آج پاکستان کے اسلامی دستور کے خلاف قوم پرست سیاست دان لندن میں بینٹھ کر پاکستان کے دستور کے خلاف باتیں کر رہے ہیں اور اس کے خاتمہ کے لیے مطالبات کر رہے ہیں جو خطرے کا الارام ہیں کیونکہ اُرخدا نخواست ۲۷ کا دستور ختم ہو گیا تو اس ملک میں پھر کسی آئینے کے مبنی الاقوامی ایجمنڈے کے سب سے بڑے ابداف تین ہیں۔ ایک یہ پاکستان کے اسلامی شخص کو ختم کیا جائے دوسرا یہ کہ پاکستان کو معاشری طور پر مظلوم کر کے رکھ دیا جائے اور تیسرا یہ کہ فوج سے عوام کو تنفس کر کے ملک کے دفان کی قوت کو غیر موثر بنادیا جائے۔ اس ایجمنڈے پر تیزی سے عمل ہو رہا ہے اور مختلف شعبوں میں فوج کو براہ راست ملوث کرنے سے لے کر اشیاء صرف کے زخوں میں اضافے اور ضلعی حکومتوں کے نام سے ختم خود مختاری ریاستوں کے نئے قیام اور عورتوں کی آزادی کے بہانے خاندانی نظام کی تباہی کی مہم تک منصوبوں پر تسلیم کے ساتھ عمل ہو رہا ہے۔ اس لیے اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی حقوقوں اور جماعتیں کی قیادتیں سر جوڑ کر میٹھیں اور ملکی وحدت اور اسلامی دستور کے تحفظ کے لیے متحد ہو جائیں۔

مولانا زاہد الرشیدی نے کافر فس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی اہل حق کی روایات کے امین تھے۔ انہوں نے اپنے عظیم اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے تحفظ و ترویج کے لیے ہر کسی مورچہ پر جگ لڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا درخواستی کی پونصی سے زیادہ عرصے پر محیط جدوجہد کے سات میں اہداف سب سے نمایاں تھے جن کے لیے وہ ہر وقت سرگرم عمل رہتے تھے اور اپنے ساتھیوں اور کارکنوں کو مر رہم میں رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

پہلے نمبر پر وہ ملک میں ناظر شریعت کے نظاذ کے خواہاں تھے اور انہوں نے مسلسل پیشیں برس تک جمیعت علماء میں ایک اسلام پاکستان کے امیر کی حیثیت سے اس جدوجہد کی راہنمائی کی۔ وہ اپنے ہر عقیدت مند اور شاگرد سے عام جاری اجتماعات میں اس بات کا حلف لیا کرتے تھے کہ وہ زندگی بھر ناظر شریعت کے لیے جدوجہد کرتا رہے گا۔

دوسرے نمبر پر وہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر وقت کوشش رہتے تھے۔ منکریں ختم نبوت کا تعاقب عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت و تشریح اور علماء کرام کو اس محنت کے لیے تیار کرنا ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے کئی مہماں کی عملی طور پر بھی قیادت کی۔

تمیرے نمبر پر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و عقیدت کا بطور خاص درس دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کے واقعات بیان کرتے ان کی محبت اور عقیدت کو بھارتے ان پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے اور ان کی

عزت دناموں کے تحفظ کے لیے علماء کرام اور کارنوں کو جدو جہد پر آمادہ کرتے تھے۔

چوتھے نمبر پر جہاد حضرت درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیانات کا خاص موضوع ہوا کرتا تھا۔ جب افغانستان کے جہاد کا آغاز نہیں ہوا تھا وہ اس دور میں بھی جہاد کے فضائل بیان کرتے قرون اولیٰ کے واقعات سناتے اور اپنے شاگردوں اور سامعین کو جہاد کے لیے تیار کرتے تھے اور جب جہاد افغانستان عملًا شروع ہوا تو انہوں نے افغانستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقوں کا طوفانی دورہ کر کے علماء کرام اور دیندار غلام کو افغان مجاذبین کی پشت پناہی کے لیے تیار کیا اور آخودم تک افغان جہاد کی حمایت اور پشت پناہی کرتے رہے۔

پانچویں نمبر پر وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلقین کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے رابطہ اور تعلق کا سبق دیتے اور باطنی تزکیہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

چھٹے نمبر پر حضرت درخواستی کا خاص مشن ملک کے ہر حصے میں دینی مدارس کا قیام تھا وہ جہاں جاتے دینی مدارس قائم کرنے کی تلقین کرتے مدارس کے لیے چندہ اکٹھا کر کے دیتے اور ان مدارس کی عملی اور مالیاتی سرپرستی کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور انہی کے ذریعہ معاشرہ میں دین کی خانلت ہوگی۔

ساتویں نمبر پر انہوں نے اہل حق کی مختلف جماعتوں کے درمیان مفاہمت و ارتباط کے لیے ہر دوسریں کوشش کی، وہ علماء دینیوں سے تعلق رکھنے والی ہر جماعت کو اپنی جماعت کہتے تھے اور سب جماعتوں کی سرپرستی کرتے ہوئے ان میں اتحاد و اشتراک کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

مولانا زاہد الرashdi نے کہا کہ دین کی جدو جہد کے یہ ساتوں مجاز آج بھی موجود ہیں اور حضرت درخواستی کے ساتھ ہماری محبت و عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم ان مجازوں پر اسی طرح سرگرم عمل رہیں جس طرح ہمارے مرحوم اور مربی ہمیں سرگرم عمل رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

مولانا بشیر احمد شاد نے خطاب کرتے ہوئے کہ آج افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت جن مدارس کے ذریعہ قائم ہوئی ہے ان مدارس کا جمال حضرت درخواستی نے ہی بچھایا تھا اور ان کی جدو جہد کے نتیجے میں ہی دنیا میں ایک بار پھر اسلامی نظام کے نفاذ کا مبارک سلسلہ شروع ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت درخواستی کی جدو جہد جاری رہے گی اور ہم ان کے خدام کی حیثیت سے ان کے مشن کی متحمل کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ مقررین نے حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی خدمات دینی جدو جہد اور علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ان کے ذاتی اوصاف، کرامات اور نیکی و تقویٰ کے میسموں و واقعات بیان کیے اور کہا کہ وہ اس صدی میں پرانے بزرگوں کی روایات اور اخلاقی و عادات کا نمونہ تھے۔ جبکہ کاغذیں کے اختتام پر حضرت درخواستی کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کی گئی اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کے عزم کی تجدید یہ کی گئی۔

دارالعلم کی مطبوعات

معبد اللہ الخاکری اور دارالعلم ۱۹۹۹ آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد کے سر براد مولانا محمد بشیر سیالکوئی باذوق اہل حدیث عالم دین ہیں جو قادیانیت میں گمراہ رہو ہوں کے علمی و فکری تعاقب کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے مختلف مکاتب فکر میں باہمی رواداری اور تم آہنگی کے فروغ اور عربی زبان کی ترویج کے لیے مسلسل سرگرم عمل رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی خدمات کو تمام دینی حلقوں میں احتراام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

وہ ایک عرصہ سے اس مقصد کے لیے کوشش ہیں کہ دینی مدارس میں عربی زبان اور لغت اور ادب و انشاء کی تعلیم، تدریس کے لیے جدید اسلوب کو اپنایا جائے تاکہ سالہا سال تک ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ میں عربی زبان میں تحریر و گفتگو کی صلاحیت کا جو خوارہ جاتا ہے اور برلنی طرح محسوس ہوتا ہے اسے پر کیا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے ندوۃ العلماء لکھنوطولیل مدت سے مصروف کارہے جس کے ثبت نتائج سب کے سامنے ہیں لیکن تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں اس رخچ پر کوئی موثر کام نہیں ہوا کہ اور ہمارے خیال میں مولانا محمد بشیر سیالکوئی اسی مہم کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں جس کے لیے انہوں نے اسلام آباد میں مختلف طبقات کے لیے عربی کلاسوں کے اجر کے علاوہ نسبی ضروریات کے لیے کتابوں کی تدوین و انشاعت کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے جن میں سے دو کتابیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔

(۱) **مفتاح الانشاء** حصہ اول میں اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ کو عربی ترجیح اور تحریر و انشاء سکھانے کے لیے جدید اسلوب کے مطابق خاص مفید معلومات جمع کر دیا گیا ہے۔

(۲) **اساس الصرف** میں علم صرف کے ضروری قواعد کو نئے اسلوب سے مرتب کر کے ضروری تمرینات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

(۳) اقرارا کے نام سے عربی ریڈر چار حصوں میں ہے جس میں کثیر الاستعمال عربی الفاظ و محاورات کا اچھا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مولانا محمد بشیر سیالکوئی کی کوشش ہے کہ سعودی عرب کی وزارت تعلیم نے عربی شہ بولنے والوں کے

لیے دروس اللغة العربية کے ہام سے تین حصوں میں جو نصابی کتاب شائع کی ہے دینی مدارس اسے بھی اپنے نصاب میں شامل کریں ہا کہ طلبہ میں جدید عربی کو بخشنے اور اس میں لکھنے پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو اور ہماری معلومات کے مطابق اہل حدیث کتب فلک کے وفاق المدارس الستفیہ پاکستان نے ان کی تجویز کو منظور کرتے ہوئے عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے نصاب و اسلوب میں ضروری تبدیلیوں کا فیصلہ کر لیا ہے جو ہمارے خیال میں اس سمت میں ایک ثابت چیز رفت ہے۔

ہم اصولی طور پر مواد ادا موصوف کے اس موقف سے متفق ہیں کہ حالاً اور طلبہ میں جدید عربی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے تعلیم و تدریس کے جدید اسلوب کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس لیے دینی مدارس اور ان کے وفاقوں سے ہماری آزادی ہے کہ وہ اس اہم ضرورت کا اساس کریں اور اس بری طرح محسوس ہونے والے خلا کو پر کرنے کے لیے ندوۃ العلماء بالصنو کے نصابِ مولا ناجم محمد بشیر سالکوئی کی تجویز اور دیگر متعاقب ماہرین کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے ضروری اقدامات سے گزری نہ کریں۔

قرآن پاک کے نئے سائنسی معجزات

ڈاکٹر سلطان بشیر محمود صاحب اور مجبر (ر) امیر افضل خان صاحب نے اپنی اس مشترک کاؤنٹی میں مختلف سائنسی اصولوں اور رضا بلتوں کے حوالے سے قرآن کریم کے متعدد مضامین اور معارف کو نئے رنگ میں بیٹھ کیا ہے اور قرآن کریم کے بارے میں مختلف حلقوں کی طرف سے پھیلانے جانے والے شکوہ و شہبات اور مخالفوں کا جواب دیا ہے۔ دوسرے زائد صفات کی یہ کتاب خوبصورت نائل اور مغبوط جلد کے ساتھ القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن 60/B ناظم الدین روز F-8/4 اسلام آباد نے شائع کی ہے اور اس کی قیمت ایک سورہ پر ہے۔

قیامت اور حیات بعد الموت

یہ کتاب ڈاکٹر سلطان بشیر محمود صاحب کی تصنیف ہے جسے اردو میں مجبر (ر) امیر افضل خان صاحب نے بیٹھ کیا ہے۔ اس میں قیامت اور حیات بعد الموت کے بارے میں اسلامی عقائد اور قرآن و مت کی تحریحات کی سائنسی انداز میں وضاحت کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے شکوہ و شہبات کا جائزہ لایا گیا ہے۔ سازھے پانچ سو سے زائد صفات پر مشتمل اس حکیم اور مجلد کتاب کی قیمت تین سورہ پر ہے اور اسے مندرجہ بالا ایئر لس سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

اسماء اللہ عز و جل

جاتب رشید اللہ یعقوب نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء گرامی کے بارے میں قرآن کریم احادیث نبویہ اور

بزرگان دین کے اقوال و فرمودات کا ایک اچھا خاص اساز خیرہ خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے جو ان کے حسن ذوق کا آئینہ دار ہے اور اصحاب ذوق کے لیے پیش بھاگنے ہے۔

محمدہ کتابت و طباعت خوبصورت نائل اور مطبوع ط جلد کے ساتھ آرٹ ہیپر پر شائع ہونے والی یہ کتاب اڑھائی سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جسے صدقہ جاریہ کے طور پر شائع کیا گیا ہے اور اسے رحمۃ لل تعالیٰ میں ریسرچ سنتر مکان نمبر 8 زمزہ سڑیت نمبر 3 زمزہ کافشن کراچی 75600 7 سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

نحوہ سکون

ماہنامہ البیال ماچھر کے مدیر مولانا حافظ محمد اقبال رنگوٹی نے بیمار یوں اور ان کے جسمانی و روحانی علاج کے بارے میں ضروری دینی معلومات اور احکام و مسائل کے ساتھ ساتھ ما ثور دعاوں کا ایک انتخاب اس کتاب پر میں پیش کیا ہے جو مختلف بیمار یوں کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین سے منقول ہیں۔ یہ کتاب ادارہ اشاعت الاسلام برطانیہ نے شائع کیا ہے اور اسے مندرجہ ذیل اینڈر لیس سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

P.O. Box 36 Manchester M16 7AN (UK)

صمصام الاسلام

میانمار (برما) کے مسلم اکثریت کے صوبہ ارakan کے مسلمان ایک عرصہ سے بری حکومت کے مقابلہ کا شکار اور دینی آزادی اور شخص کے تحفظ کے لیے جدوجہد میں مصروف ہیں، حضرت مولانا حافظ محمد صدیق ارakanی اس جدوجہد کے اہم راہنماؤں میں سے ہیں جنہوں نے ذکورہ بالاعنوں کے تحت اس کتاب پر میں جداد کی اہمیت اور اس کے احکام و مسائل کی وضاحت کے ساتھ ساتھ جہادی تحریکات کے بارے میں پائے جانے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے اور جہاد سے متعلق امور پر علمی انداز سے بحث کی ہے۔

ساوسے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب حركة الجہاد الاسلامی ارakan نے شائع کیا ہے اور اسے مصنف سے جامع احتسابی جیکب آباد کراچی سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

فتنہ انکار حدیث کا آغاز

شیخ الحدیث مولانا محمد سفراز خان صندر دامت برکاتہم

مذہبی لحاظ سے سلسلہ ارضی پر اگرچہ بے شمار فتنے رونما ہو چکے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور تاقیامت باقی رہیں گے۔ لیکن فتنہ ان کا رحمدیث اپنی نویعت کا واحد فتنہ ہے۔ باقی فتنوں سے تو شجرہ اسلام کے برگ وہار کوئی نقصان پہنچتا ہے لیکن اس فتنہ سے شجرہ اسلام کی جڑیں کوکھلی ہو جاتی ہیں اور اسلام کا کوئی بدیہی سند بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس عظیم فتنہ کی دست بردا سے عقائد و اعمال اخلاق و معاملات، معيشت و معاشرت اور دنیا و آخرت کا کوئی اہم مسئلہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کی تفسیر اور تعریف بھی کچھ کی پچھوکہ رہ گئی ہے۔ اور اس فتنے اسلام کی بساط کہن اٹ کر رکھ دی ہے۔ جس سے اسلام کا نقشہ بدلتا چکا ہے۔ حق ہے

تم کیشی کو سیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے کا
اُرچہ ہو چکے یہ تجوہ سے پہلے فتنہ اُنکوں

نزوں وچی کے زمانے سے لے کر تقریباً پہلی صدی تک صحیح احادیث کو بغیر کسی تفصیل کے مختصر طور پر جمعت سمجھا جاتا تھا اور حسب مراتب عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات وغیرہ میں قرآن کریم کے بعد احادیث صحیح سے بالا چون دوچڑھا استدال اداں و احتجاج درست سمجھا جاتا اور احادیث کو دینی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض فتنگر اور خواہش زدہ فرقے ظاہر ہوئے جن میں پیش پیش مفترزل تھے۔ جن کا پیشواؤں واصل بن عطاء المولود ۸۰ھ تھا۔ جن کے نزدیک والائل و برائیں کی میں ایک سب سے بڑے اعیار و مقیاس عقل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے راحت قبر و مذاہب قبلہ حشر و نشر کے بعض حقائق روایت باری تعالیٰ شفاعة صراط و میزان اور جنت و دوزخ و غیرہ وغیرہ کے بہت سے حقائق تابتہ اور کیفیات کو اپنی عقل تارسا کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنی فام عقل کی ترازو سے تو ناچاہا اور راہ راست سے بچک کر ورط ضلالت میں اونڈھے منگر پڑے اور اس سلسلہ میں وارد شدہ تمام احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دے کر یوں گلو خلاصی کی تاکام اور بے جا سکی اور جن کا آسانی سے انکار کر سکے ان کی نہایت ہی پچھا اور کیک تاویلات شروع کر دیں تا آنکہ بعض قرآنی حقائق اور نصوص قطعیہ بھی ان کی دوڑا زکار اور لا طائل تاویلات سے محفوظ نہ رہ سکے جو بزرگان عالی ان کی اس تحریف کی وجہ سے ان ریاعنی کا تخفیف سمجھتے ہیں۔

مفترزل اور ان کے بھی خواہوں کے علاوہ باقی سب اسلامی (یا مسوب پر اسلام) فرقے صحیح احادیث کو برابر جھت تسلیم کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مشورہ محدث حافظ ابن حزم (المتوئی ۲۵۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سنّت خوارج شیعہ اور قادریہ تمام فرقے آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر جھت تسلیم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد مخالفین مفترزل آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا (الاحدام ان اص ۱۱۳ لابن حزم) اس کے بعد یہ مہلک فتنہ فرقہ اپنا ناطق اور حلقو و سعی کرتا چلا گیا اور بہت سے بندگان خواہشات داہوائے اس فتنہ کے دام بھر گئ زمین میں الجھ کر رہ گئے۔ اور یوں اپنی عاقبت برپا ہو گئی۔ نعوذ بالله من سو، العاقبة

انسان کی بنیادی ضروریات اور قرآن پاک

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

اللہ نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ تمہیں وہاں سکونت اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مسئلہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس کا اکثر حصہ سورۃ بقرہ میں پڑھتے رکوع میں بیان ہو چکا ہے۔ واد قال رب للملائکة انى حاصل فى الارض خلیفة وباش پر میاں بیوی کے جنت میں سکونت اختیار کرنے کا تمذکرہ کیا گیا ہے۔ آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجی تخلیق کا مسئلہ بھی اللہ نے سورۃ نساء کی ابتداء میں ذکر کیا ہے۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا آپ ہی کے حکم سے اللہ نے آپ کا جوزاً بھی نکالا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور قدرت کا مدلہ کا مظہر تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جنت میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

رباٹش کے لیے مکان انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہوتا ہے۔ اقوام متحده سمیت ربائش کا مسئلہ دنیا کے ہر ملک کے لیے پریشان کن مسئلہ ہا ہوا ہے جس کے لیے ہر سے ہر منصوبے تیار ہوتے ہیں مگر پوری دنیا میں اس مسئلہ پر قابو نہیں پایا جاسکا۔ اولین انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی ربائش اور دیگر ضروریات کا مسئلہ در پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی ربائش کا بندوبست کیا اور فرمایا کہ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو۔ سورۃ طہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں رہو وہاں تمہارے لیے یہ آسائش ہوں گی ان لک الاجموع فیها ولا تعری۔ وانک لا تظمو فیها ولا تضھی کہ وہاں تمہیں نہ بھوک کی فکر ہو گی اور نہ تم نگھر ہو گئے نہ پیاس ستائے گی اور نہ دھوپ گویا و سرے الساظ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بنیادی ضروریات خواراک لباس پانی اور مکان کا انتظام کر دیا۔ اس زمانے میں اقوام متحده کے منشور کے تحت انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل کر لیا۔ اب ان چاروں چیزوں کے علاوہ بنیادی ضروریات میں قلمیم اور سخت کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

در اصل بنیادی ضروریات کی عدم فراہمی کی ذمہ داری بہت حد تک صاحبان اقتداء پر عائد ہوتی ہے۔ جب تک دولت کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں ہو گی یہ مسئلہ لا ختم رہے گا۔ قدیم زمانے سے دنیا میں طوکریت کا دور دورہ رہا ہے یا ذکر نہیں شپ مسلط رہی ہے جس کی وجہ سے وسائل کی تقسیم صحیح نہیں ہو سکی۔ بعض لوگ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں ان کے پاس ضرورت سے زیادہ وسائل ہوتے ہیں مگر لوگوں کی اکثریت مصائب کا شکار رہتی ہے۔ لوگ آرام طلبی اور غلیظ امور میں زیادہ وہنجپی رکھتے ہیں۔ لبودھ اور دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے جس کی وجہ سے مختلف طبقات کی خواہشات کی تکمیل میں لگے رکھتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے جس کی وجہ سے مختلف طبقات کی خواہشات کی غلیظ وسعت سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

اصحاب خیر سے ایک اہم گز ارش

☆ باشی کالونی (عقب سرتان فینن جی تی روڈ) کنگنی والا گورنمنوالہ میں محترم حاجی یوسف علی باشی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی وقت کروہ ایک کنال زمین میں 6 اپریل 1999ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر دامت برکاتہم نے الشیخ اکادمی کا سنگ بنیاد رکھا تھا جب اب تک پورے کنال کی کھدائی کر کے تہبہ خانے کی بڑی چیزوں والی جا چکی ہے۔ اس کے پیچے ایک طرف 28 × 68 مسجد صدیقہ الکبری کا تہبہ خانہ ہے اور اس کے ملاوہ اکیڈمی کے سات کمرے اور ایک بڑا مال ہے جن کی تیاری کا کام مسلسل جاری ہے۔

☆ اب تک تقریباً دس لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں جس میں کم و بیش اڑھائی لاکھ روپے قرض حصہ کی رقم شامل ہے اور یا تی رقم تخلص دوستوں کے تعاون سے حاصل ہوئی ہے جبکہ قرض حصہ کی اوائلی سمیت پہلی منزل (تجہ خانہ) کا کام مکمل کرنے کے لیے مزید دس لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔

☆ مسجد میں شمع و قدمیز بآجھا عت اور مقامی بچوں اور بچوں کے لیے قرآن کریم ناظرہ کی کراس صحیح نماز جماعت اور شام نماز عصر کے بعد جاری ہے جبکہ غفریب دینی مدارس کے طلباء اساتذہ اور شہر کے خطباء کے لیے شام کے اوقات میں انگلش زبان اور کمپیوٹر زبان کا کورس شروع کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد دروس ظہایی کے فضائل کی خصوصی کلاس اور پر اکیری پاس طلب اور طالبات کے لیے حفظ قرآن کریم مع مل کا چار سالہ کورس شروع کرنے کا پروگرام ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

اس پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے خوبی ضروریات کی فہرست درج ذیل ہے

قرض حصہ کی ادائیگی۔ قبیری سامان یافت بھجوئی ایشت سرمیا ناٹلیں، دروازے کھڑکیاں وغیرہ۔ بھلکی کا سامان از تھامہ انجوئیں بلب، بلکھے وغیرہ۔ فرنچیز کے لیے لکڑی چپ پورہ وغیرہ یا تیار شدہ کریساں بیزو وغیرہ۔ کمپیوٹر سیستم از کم پندرہ ہندو اور دیگر متعلق سامان۔ لا یہریری کے لیے لہر قسم کی معلوماتی کتابیں۔ الشیری فرقی ڈپھری کے لیے دو ایں فرنچیز، الماریاں اور دیگر ضروری سامان۔ جس کے لیے کرہ قبیر ہو چکا ہے اور جلد شروع کرنے کا پروگرام ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس مسلسل مزید معلومات کے لیے : حافظ محمد عمار خان ناصر، جامع مسجد شیر انوال باغ۔ فون : 219663

سے رابط قائم کیا جاسکتا ہے اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں بہادر است بھی رقم جمع کرائی جاسکتی ہے۔

اکاؤنٹ نمبر 1260 صبیب بنیانہ بازار تھے والا گورنمنوالہ

امید ہے کہ آپ خصوصی اور فرقی توجہ فرمائے کار خریں ہمارا تھا بنا کیسے گے۔

شکریہ و السلام : ابوالعزیز احمد الراشدی (ڈائریکٹر) الشیریڈ اکادمی باشی کالونی، کنگنی والا گورنمنوالہ